

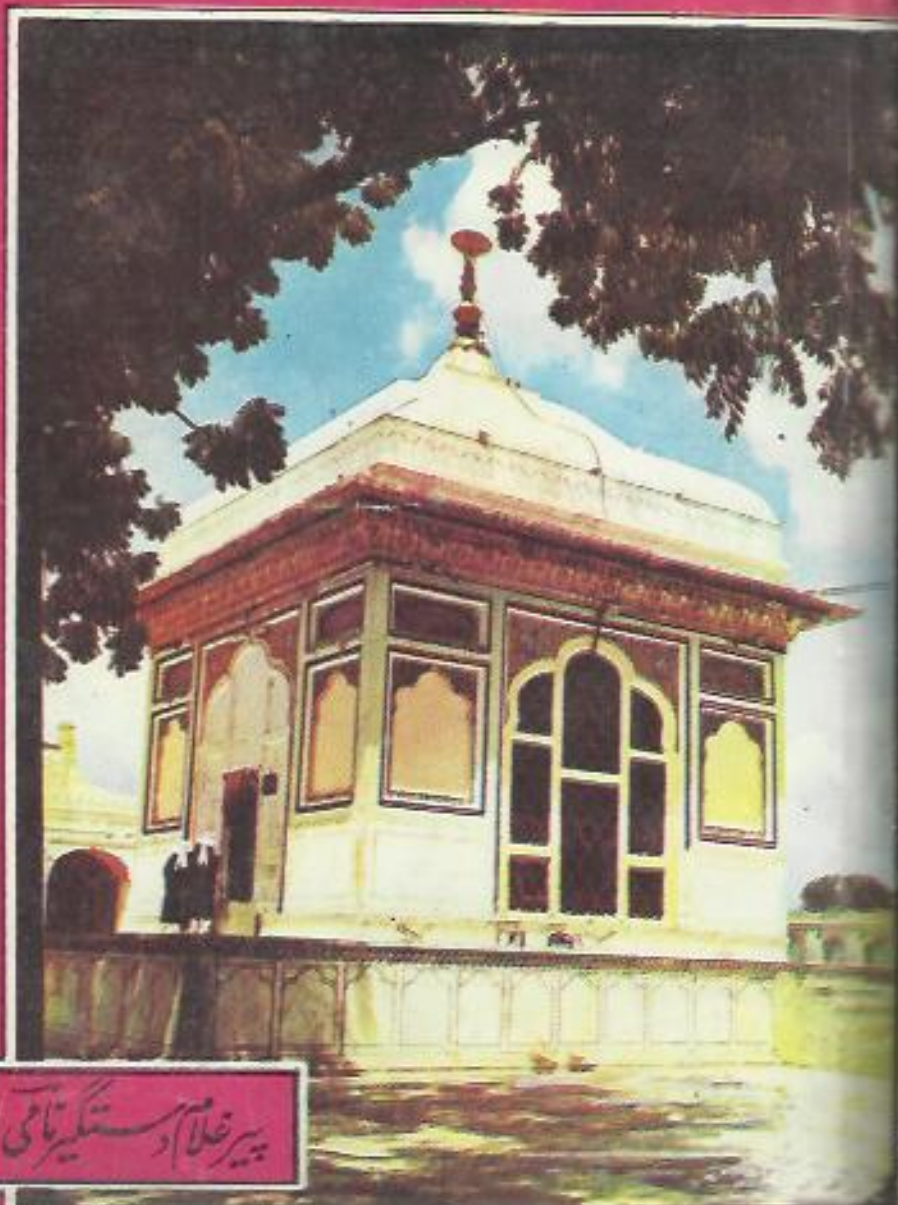
سوانح  
حیات

# حضرت میاں

فاروقی

قادری

رحمۃ اللہ علیہ



پیر غلام دستگیر تاقی

سوانح  
حیات  
حضرت میاں میر  
قادی  
فاروق  
رحمۃ اللہ علیہ

پیر غلام دستگیر نامی رحمۃ اللہ علیہ



شاد باغ،  
لاہور (پاکستان) ادارہ معارف لغمانیہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

یک زمانہ محبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت ہے ریا

### عرض ناشر

حضرت پیر غلام دہگیر نائی سہروردی سجادہ نشین حضرت عبدالجلیل چوہدر شاہ ہندگی سہروردی (لاہور) داماد سلطان سکندر لودھی (رحمۃ اللہ علیہم) اپنے زمانے کے جید عالم، مورخ، ادیب، شاعر اور مصنف تھے اسلامی قانون وراثت اور فن تاریخ کوئی میں پورے ملک میں ان کا کوئی نظیر و ہم عصر نہیں تھا۔ پوری زندگی انہوں نے خدمت دین اسلام کے لئے وقف کر رکھی تھی۔

دائرۃ الاصلاح لاہور کے ذریعے بے پناہ علمی خدمات سر انجام دیں اور خانقاہ جلیلہ کے اوقاف کی جانب سے متعدد ضخیم کتب مسلسل سہروردیہ پر چھاپ کر بلا قیمت تقسیم کیں اور اپنے خاندانی بزرگوں کے حالات پر ”تاریخ جلیلہ“ نامی کتاب لکھ کر سلسلہ سہروردیہ اور بزرگان لاہور کی توجہ کا مرکز بن گئے کاش ہر درگاہ کا ہر سجادہ نشین نائی صاحب جیسا صحیح العقیدہ سنی، ذی علم اور ناشر علوم و ہنر ہوتا تو آج کے حالات دیکھنے میں نہ آتے۔

حضرت نائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور کے متعدد بزرگوں پر تبلیغی نکتہ نظر سے مختصر رسائل لکھے ان میں سے ایک رسالہ حضرت فاروق اعظم کے تحت ”بکر“ غوث الاعظم کے فیض کے منبع و مرکز حضرت شیخ میاں میر رحمۃ اللہ علیہ پر ۷۸ء میں تحریر فرمایا جو متعدد بار طبع ہونے کے باوجود ایک عرصہ سے ناپید تھا۔ چنانچہ حضرت نائی صاحب والے تبلیغی جذبہ کے تحت ہم اسے چھاپنے کی سعادت حاصل کر

## سلسلہ اشاعت نمبر ۶۰

رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب	.....	سوانح حیات حضرت میاں میر فاروقی قادری
تالیف	.....	پیر غلام دہگیر نائی
صفحات	.....	۵۶
کمپوزنگ	.....	ایم یو کمپوزنگ سنٹر دربار مارکیٹ لاہور
تعداد	.....	۱۵۰۰
سال اشاعت	.....	۱۳۱۳ھ / ۱۹۹۳ء
ناشر	.....	ادارہ معارف نعمانیہ لاہور
ہدیہ	.....	دعائے خیر

### نوٹ :

بیرونی حضرات = ۵ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کر کے طلب کریں

### عطیات بھیجنے کیلئے :

ادارہ معارف نعمانیہ کرٹ اکاؤنٹ نمبر ۴۱-۱۵۰۴ حبیب بینک شادباغ برانچ لاہور

### ملنے کا پتہ :

ادارہ معارف نعمانیہ ۳۲۳ شادباغ لاہور۔ ۵۴۹۰۰ پاکستان



رہے ہیں امید ہے کہ اہلسنت کا اصلاح پسند طبقہ اور دین مصطفوی کی سرپرستی اور صحابہ کرام کی پیروی کے خواہشمند حضرات ہماری اس پیش کش کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔

حضرت نائی رحمۃ اللہ علیہ کے بیرو کار جناب میاں محمد دین کلیم مورخ لاہور نے تذکرہ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ایک مفصل کتاب ۱۹۸۶ء میں لکھی جو ادارہ ضیاء القرآن لاہور سے زیور طباعت سے آراستہ ہو کر مقبول اہل نظر ہوئی تفصیلات کے خواہش مند جناب میاں کلیم صاحب مرحوم کی کتاب ملاحظہ فرمائیں

”ادارہ“

نوٹ :- اس کتاب کے اندر میاں جیو جہاں جہاں لکھا گیا ہے اس سے مراد حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حضرت مولانا غلام امین نامی  
الذی علیہ السلام ولادہ برجیہ جب ۱۳۸۳ھ مطابق یکم مئی ۱۸۶۳ء  
ارتحال مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۶۱ء بروز شنبہ

آخری آرام گاہ مدینہ پیدل ضلع شیخوپورہ

بیتہ فکر ابو الطاہر قد احسن قد

ماصل حق حضرت نامی ہوئے  
اور ذکر ابرسیہ کی اک قب  
نام نامی ہے غلام دستگیر  
اے کہ تو تھا عاشق سبط رسول  
عشق کی تفسیر تھی تیری سرشت  
اللہ اللہ صوفی کامل تھا تو  
تیرے اوصاف عید کے سبب  
ڈھونڈ لی تو نے صراطِ مستقیم  
عزم و استقلال تھا تیرا اہل  
مدحت اصحاب تھا تیرا شعار  
اہل دل اہل نظر، اہل قلم  
فنِ نظم و شریں تیرے حضور  
حضرت روحی کی نسبت کے سبب  
تیری مشق خاک سے مہر اوب  
پھول جھرتے تھے دم گفتار کیا  
پانگے تجھ سے ہدایت کا سبق  
تھی ابھی دنیا کو تیری احتیاج  
قبر پر جو رحمت حق کا نزول  
پوچھی جب تاریخِ حلت لے فدا  
بولا اکت نامی شیریں سخن

پوچھی جب تاریخِ حلت لے فدا

بولا اکت نامی شیریں سخن

۱۳ ۸۱



## فہرست مضامین سوانح حیات حضرت میاں میر قدس سرہ

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے جد اعلیٰ  
حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ قادری کے پیشوائے اعلیٰ  
سلسلہ نسب شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ  
شجرہ طریقت حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ  
منقبت حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ  
اسماء والدین حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ  
حال مرشد حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ  
بذاب دور کرنے کے لئے ورد نگہ

غار حرا میں رات

وفات و مدفن و مریدان حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا علیہ و لباس

حال عبادت و طریق نشست

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ اور سماع

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق

چند مشکل مسائل کا حل

شریعت، طریقت اور حقیقت کی تشریح

ملاقات بادشاہ جمائیکو و شاہجہان

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی چند کرامتوں کا بیان

مدراجہ رنجیت سنگھ کی توبہ

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ درگاہ میں اور گرد و پیش مزارات

بارود، بیگم مرحومہ

حکیم فقیر محمد چشتی

تاریخ رحلت و عرس حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ

حالات دارا شکوہ

تاریخ تالیف کتاب ہذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ واصحابہ اجمعین

خدا در انتظار حمد ما نیست

محمد چشم بر راہ ثنا نیست

محمد حامد حمد خدا بس

خدا مداح شان مصطفیٰ بس

## حضرت میاں میر کے جد اعلیٰ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے خلقت کی ہدایت کے لئے اپنے حبیب پاک محمد مصطفیٰ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اس وقت مکہ میں واقع کعبہ جسے سیدنا حضرت  
ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ خدائے  
واحد کی عبادت کے لئے تعمیر کیا تھا، بتوں کا تیرتھ بنا ہوا تھا۔ خدائے تعالیٰ کے رسول  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو خدائے واحد کی عبادت کرنے اور بتوں کی  
پرستش چھوڑنے کی تبلیغ کی تو چند سعید روح اشخاص مثل ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ  
عنه، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنه، ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنه،  
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنه، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنه، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنه، زبیر بن عوام رضی اللہ  
تعالیٰ عنه اور سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنه جوانوں میں اور حضرت علی بن ابی طالب  
رضی اللہ تعالیٰ عنه لڑکوں میں مشرف بہ اسلام ہوئے یہ نو مخلص صحابی تھے۔ دسویں کی  
جگہ خالی تھی تاکہ عشرہ و مہشرو کی تعداد پوری ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم نے دعا فرمائی کہ یا اللہ قریش میں ذی عزت و وجاہت دو اشخاص ہیں ایک ابوالحکم



(جو کفر پر جسے رہنے کی وجہ سے ابو جہل مشہور ہوا) اور دوسرا عمر بن خطاب ان دو میں سے ایک کو مشرف بہ اسلام کر کے اپنے دین (اسلام) کو تقویت دے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے دین کی شوکت کے لئے عمر کے حق میں دعا قبول کی۔ کیونکہ اس کی مشیت میں تھا کہ یہی جو ہر قابل ہے اور یہی کسبئی اور قیصر کے ممالک کا مالک مسلمانوں کو بنائے گا۔ عمر گھر سے تلواریں لے کر نئے تو اس نیت سے تھے کہ معاذ اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس ہم کریں گے مگر توفیق الہی شامل حال ہوئی اور آپ نے جا کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں میں سر پر غور رکھ دیا۔

نکلے تھے سر کو لینے مگر دے کے سر چلے

یہ تھے حضرت عمر جو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لقب سے مشہور ہیں اور جن کی اولاد میں ہونے کا حضرت شیخ محمد میر المعشہور میاں میر کو شرف حاصل ہے۔

مجھے شجرہ نرسی کا شوق ہے مگر افسوس ہے کہ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب مکمل نہیں ملا۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جاہی  
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست



## حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ قادریہ کے پیشوائے اعلیٰ

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ قادری سے عقیدتاً پیوستہ تھے جس بزرگ سے یہ سلسلہ مشہور ہوا ان کا نام نامی اور اسم گرامی مشہور زمانہ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز ہے۔

**سلسلہ ارواوت :** حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۱۱ھ مرید تھے۔ شیخ ابو سعید مخزومی متوفی ۵۵۳ھ کے اور آپ مرید تھے شیخ ابوالحسن ہکامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی یکم محرم ۵۸۶ھ) کے بعد جو جد اعلیٰ ہیں مولف کتاب نیازمند نامی کے اور آپ شیخ ابو الفرج محمد طرطوسی (متوفی ۵۳۷ھ) کے اور آپ مرید تھے شیخ عبدالواحد حمیمی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۲۵ھ) کے اور آپ مرید تھے شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۳۳ھ) کے اور آپ مرید تھے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۹۷ھ) کے اور آپ مرید تھے شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۵۰ھ) کے اور آپ مرید تھے حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۰۰ھ) کے اور آپ مرید تھے خواجہ داؤد طائی (متوفی ۵۹۰ھ) کے۔ اور آپ مرید تھے خواجہ حبیب عجمی (متوفی ۵۵۶ھ) کے۔ اور آپ مرید تھے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۱۱ھ) کے اور آپ مرید تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۵۰ھ) کے اور آپ فیضیاب محبت تھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (متوفی ۱۱ھ) کے۔



امام محمد امیر رحمۃ اللہ علیہ جو عبداللہ محض کے اخیانی (ماں جائے) بھائی تھے  
 بی بی از بطن سیدہ فاطمہ بنت امام حسین اور سید عبداللہ محض حضرت جیلانی کے جد اعلیٰ  
 تھے۔

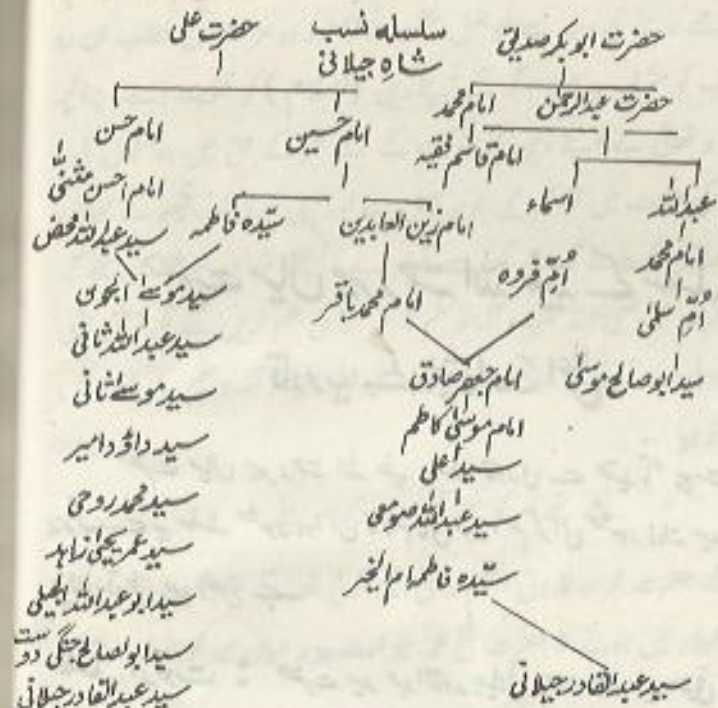
### شجرہ طریقت حضرت میاں میر تاسید عبدالقادر جیلانی

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ مرید تھے حضرت شیخ خضر ابدال رحمۃ اللہ علیہ  
 بابائی کے اور یہ مرید تھے سید احمد صاحب ولی رحمۃ اللہ علیہ کے اور یہ سید عابد کبیر  
 رحمۃ اللہ علیہ کے اور یہ شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ کے اور یہ شیخ موسیٰ طلی رحمۃ  
 اللہ علیہ کے۔ اور یہ شیخ ابوبکر مقبول کے اور یہ شیخ داؤد کریم رحمۃ اللہ علیہ کے۔ اور  
 یہ شیخ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے اور یہ شیخ حفص ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کے اور یہ شیخ  
 حسن علی قرشی رحمۃ اللہ علیہ کے اور یہ سید عبدالرزاق صاحب بن حضرت سید  
 عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے۔

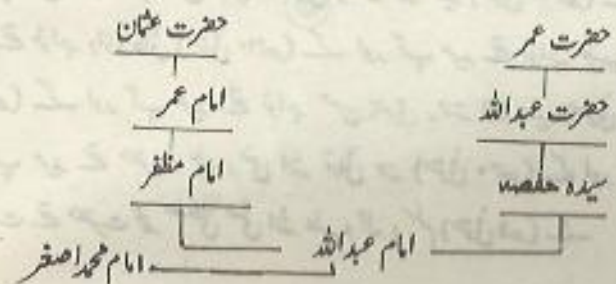
حضرت شیخ خضر ابدال بابائی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے متعلق بابائے پنجابی  
 ڈاکٹر فقیر محمد صاحب فقیر نے جو ۱۹۵۶ء میں مزار کی زیارت کر چکے ہیں۔ بتایا کہ مزار  
 دریائے سندھ کے وسط میں مشہور جگہ سعد پیلہ میں روہڑی کو جاتے ہوئے دریا کے پل  
 کے عقب میں واقع ہے۔ یہاں ایک مندر اور ایک گوردوارہ بھی ہے ہندو اور سکھ  
 بھی اس مزار کی عزت کرتے ہیں۔ سکھ اسٹیشن سے مزار ڈیڑھ میل کے فاصلے پر  
 جانب جنوب ہے۔

### حضرت میاں میر کے پیران پیر کی منقبت

فضیلت سیدالکونین کو نبیوں میں حاصل ہے  
 مسلم اولیاء میں ہے سیادت غوث اعظم کی



اس شجرہ کے ملاحظہ سے ثابت ہو گا کہ سید جیلانی حسی اور حسینی سید ہیں  
 آپ کی والدہ ماجدہ کا سلسلہ نسب امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے  
 ذریعے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے اور آپ کی دادی صاحبہ  
 حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ولد فی الصدیق موقن (مجھے صدیق نے دو را  
 جتا) جیسا کہ صدیق اکبر سے دو قرابتیں ثابت ہیں۔





عقیدے کا بھی پکا ہو یقین بھی جس کا راسخ ہو  
اسی کے دل میں پیدا ہو گی عظمت غوث اعظم کی  
صحابہ میں محمد چاند ہیں اور اولیاء میں یہ  
نبوت ان کی اشرف اور ولایت غوث اعظم کی  
شاہد اہل جنت کے ہیں جو سید حسن نامی  
ہے ان کے ہی نسب سے خاص نسبت غوث اعظم کی  
نسب میں ان کے رخنہ دشمنی سے جو کوئی ڈالے  
اسے لے ڈوبے گی آخر عداوت غوث اعظم کی  
شہید اعظم امام اعظم سواد اعظم ہمارا ہے  
پھر ان ہی اعظموں سے ہے معیت غوث اعظم کی  
مردوں کے دلوں میں نقش نام پیر ہواں ہے  
عقیدت مند رکھتے ہیں محبت غوث اعظم کی  
مسلمانان عالم میں ہے ان کی گیارہویں رائج  
بھری آفاق عالم میں ہے برکت غوث اعظم کی  
ہے جس کی گونج بحر در میں دشت و جبل میں بھی  
وہ ہے فردوس گوش خلق شہرت غوث اعظم کی  
جہاں صدیق اکبر ہیں جہاں فاروق اعظم ہیں  
وہیں نزد نبی بیگ ہے جنت غوث اعظم کی  
یہ نامی جو کہ ہے اولاد دادا پیر حضرت کی  
عجب کیا ہے کہ اس پر ہو عنایت غوث اعظم کی

## منقبت حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ

(از ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم)

حضرت شیخ میاں میر ولی ہر خفی از نور جان او جلی  
طریق مصطفیٰ محکم ہے نقد عشق و محبت رائے  
دشمن ایمان خاک شہر ما مشعل نور ہدایت ہر ما  
بر در او چہ فرسا آسمان  
از مریدانش شہ ہندوستان

## ماخذ حالات حضرت میاں میر قدس اللہ سرہ

شاہ جہاں کے بڑے بیٹے دارا شکوہ کو حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی  
عقیدت تھی۔ کیونکہ اس نے آپ کی دعا سے ایک سخت بیماری سے شفا پائی تھی۔ اس  
نے اپنی آنکھ سے آپ کے کشف و کرامات دیکھے تھے اور پھر آپ ہی کے خلیفہ ملا شاہ  
راشترانی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید بھی ہوا تھا۔ لہذا حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے جو  
حالات اس نے لکھے ہیں وہی صحیح تصور کئے جانے چاہئیں۔

دارا شکوہ نے اپنی دو تصنیفات (مفہمۃ الاولیاء) اور (مکتمۃ الاولیاء) میں  
حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا ہے۔ کتاب اول الذکر میں تو رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وآلہ وسلم، خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم امان طریقت، ائمہ فقہ اور  
مشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر چار بیٹیوں اور نساء العارقات کے اذکار کے علاوہ  
اہل تصوف کے چاروں طریقوں کے بزرگوں کے حالات لکھے ہیں۔ (یہ کتاب نایاب  
ہے میرے پاس ایک نسخہ موجود ہے جس کا ترجمہ میں نے کر دیا ہوا ہے اور عنقریب



شائع ہو گا۔ اور مؤخر الذکر کتاب (مکینتہ الاولیاء) تو خاص حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء عظام کے حالات پر مشتمل ہے۔ ایک دفعہ اس کا ترجمہ شائع ہوا تھا جو اب نایاب ہے۔ خوش قسمتی سے یہ بھی میرے پاس موجود ہے۔

اس ضروری تمہید کے بعد پہلے وہ حالات نقل کرتا ہوں جو سفینتہ الاولیاء میں مسطور ہیں۔

### حضرت شیخ محمد المشہور بمیاں میر قدس سرہ

اسماء والدین : آپ کے والد کا نام قاضی سائیں دتا ہے۔ جو امیر المومنین حضرت عرفانوق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں اور والدہ کا فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا بنت قاضی قدن۔

تعریف : حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ اہل زبان کے پیشوا، قطب جہاں، مقتدائے طریقت کے دلوں کو شرف بخشے والے، اسرار حقیقت کے واقف، تارک کامل، عارف واصل، ظاہر و باطن کے علم میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ کو ظاہری اور باطنی فضیلت میں اتنا کمال تھا کہ کسی فاضل کی کیا مجال تھی کہ آپ کے حضور میں بات کر سکے۔

ولادت : حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے بچنے شہر سوستان واقع سندھ کے عزیزوں سے لکھوا کر لائے ہیں کہ آپ کی ولادت ۹۵۷ھ میں واقع ہوئی۔ یہ شہر محمد بن قاسم نے فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کیا تھا۔

والدین اور ہمیشہ کی صفت : آپ کے ماں باپ آپ کی بہن سمیت صاحبِ حال اور کشف و کرامات تھے۔ چنانچہ آپ اپنی والدہ ماجدہ سے سن کر بیان کرتے تھے کہ جب تیرا بھائی پیدا ہوا تو میری والدہ نے کشف سے معلوم کیا کہ یہ بیٹا عارف نہیں ہو گا لہذا اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کی کہ الہی مجھے ایسا بیٹا عطا فرما جو عارف کامل اور تارک دنیا ہو اور ہمیشہ میری یاد میں مستغرق رہے۔ ہاتھ نے آواز دی کہ حق تعالیٰ تجھے ایک بیٹا اور بیٹی لطف فرمائے گا جو انہی صفات کے مالک ہوں گے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ (حضرت میاں میر) تولد ہوئے اور پھر ..... آپ کی ہمیشہ پیدا ہوئیں جو صاحبِ حال ہیں اور یاد الہی میں مستغرق۔

حضرت میاں میر اور آپ کے مرشد کا حال : حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ بلدہ فاعرہ لاہور میں ساٹھ برس سے زیادہ مقیم رہے ہیں۔ آپ شیخ خضر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ جو ہمیشہ مجرد اور تارک دنیا رہے۔ سوستان وطن تھا۔ آپ کو عالم ملکوت کا کشف اپنی والدہ معظمہ سے حاصل ہوا تھا۔ اویسی طریق پر حضرت غوث الثقلین پیر و بھیکر شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانیت سے فیض حاصل کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اسم شریف بے وضو زبان پر نہیں لاتے تھے۔ اور ترک و تجرید، فقر و فنا اور توکل و قناعت میں اپنے زمانہ کے لوگوں میں ممتاز تھے اور دن رات حالت استغراق میں رہتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ صوفی وہ ہے جو کہ نہ ہو (یعنی جسے اپنے آپ کی خبر نہ ہو فنا فی اللہ ہو)

ایک بادشاہی وزیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جب آپ خوش وقت ہوں تو مجھے دل میں یاد فرمائیں اور دعا کریں۔ فرمایا کہ اس وقت پر خاک پڑے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا اور کسی کی یاد دل میں آئے۔

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا طریق ہمیشہ سنت و شرع کے مطابق تھا۔



مجلس اور تجلیہ میں کبھی کوئی بات نہیں کرتے تھے جو منافی شرع ہو۔ طریقت میں جہنہ وقت تھے۔ مرید کم ہی کرتے تھے اور اگر کرتے تو اسے اس کی مراد تک پہنچا دیتے۔ مریدوں کو کبھی مرید کہہ کر نہ پکارتے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کے موافق فرماتے کہ ہمارے یاروں (اصحاب) کو بلاؤ۔ بادشاہوں سے نذر قبول نہ کرتے۔ آپ کا کلام ہمیشہ فصیحیت و وعظ پر مشتمل ہوتا۔ شعر جو ارشاد فرماتے وہ مناسب و بر محل ہوتے۔ آپ ترک دنیا کے عاشق تھے اور فرمایا کرتے کہ تارک وہ ہے جس کی کوئی مراد نہ ہو۔ اور فرماتے کہ جس طرح جنبی (ٹپاک) شخص کا غسل میں ایک ہال بھی تر ہونے سے رہ جائے تو جنابت باقی رہتی ہے، اسی طرح اگر دل میں غیر اللہ کا خیال رہ جائے تو تجرید و تفرید کے مرتبہ سے گر جاتا ہے۔ اسی موقع کے مناسب یہ شعر پڑھتے تھے۔

شرط اول در طریق عاشقی دانی کہ چیت  
ترک کردن ہر دو عالم را بہ پشت پاؤں

یعنی عشق الہی کے حصول کے لئے اولین شرط یہ ہے کہ تارک بن کر دونوں جہان کو ٹھکرا دے۔

**حضرت میاں میر کا روزانہ کا معمول عبادت :** حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا ہر روز یہ طریق کار تھا کہ نماز فجر کے بعد اپنے مریدوں کے ساتھ شہر سے نکل کر صحرا اور باغات میں تشریف لے جاتے اور درختوں تلے الگ الگ بیٹھ جاتے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو سب اکٹھے ہو کر ہاجرات نماز ادا کرتے اور پھر الگ ہو جاتے رات واپس آکر آپ حجرہ میں چلے جاتے اور دروازہ بند کر لیتے اور کبھی دو تین مرید بھی ساتھ رہ جاتے۔

**عذاب قبر در کرنے کیلئے ورد کلمہ طیبہ :** آپ کے بعض دوستوں نے بیان کیا ہے کہ ایک دن آپ اپنے یاروں کے ساتھ جن میں آپ کے اکمل یار ملا

خواجہ کلاں (بدخشان) بھی شامل تھے قبرستان کی طرف گئے اور مشغول عبادت ہو گئے۔ ملا خواجہ کلاں کو کشف قبور تھا۔ عرض کیا۔ حضرت شیخ (میاں میر رحمۃ اللہ علیہ) سنتے ہیں کہ اس قبر والا کیا کہتا ہے۔ پوچھا کیا کہتا ہے۔ عرض کیا۔ کہتا ہے کہ میں جوانی میں مر گیا تھا اور برے عملوں کی وجہ سے گرفتار عذاب ہوں۔ اب آپ بزرگ میری قبر پر آئے ہیں۔ تعجب ہے کہ پھر بھی میں عذاب میں مبتلا رہوں۔ فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ تمہارا عذاب کس طرح رفع ہو سکتا ہے۔ ملا خواجہ نے توجہ فرما کر عرض کیا کہ کہتا ہے کہ اگر ستر ہزار دفعہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھ کر اس کا ثواب مجھے بخشا جائے تو عذاب ٹل سکتا ہے۔

یہ سن کر آپ (حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے اصحاب کو بلایا کہ آؤ مل کر پڑھیں۔ چنانچہ سب نے اکٹھے ہو کر کلمہ طیبہ ستر ہزار بار پڑھ کر پورا کیا تو ملا خواجہ نے کہا کہ قبر والا کہتا ہے کہ کلمہ طیبہ اور آپ کے دم قدم کی برکت سے میرا عذاب رفع ہو گیا ہے۔

یہ بیان کر کے دارا شکوہ رقم طراز ہیں کہ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی اور آپ کے مریدوں کی کرامات اتنی ہیں کہ تحریر میں نہیں ساسکتیں۔ آپ کے ایک خادم نے بیان کیا کہ حضرت شیخ موسم گرما کی رات کو حجرے کی چھت پر گزارتے تھے۔

**غار حرا میں رات :** ایک رات مجھے فرمایا کہ پانی کا کوزہ اور پنگھا میرے پاس رکھ کر چلے جاؤ اور سو رہو۔ میں (خادم) نے پنگھا تو رکھ دیا اور کوزہ رکھنا یاد نہ رہا۔ آدمی رات مجھے یاد آیا کہ کوزہ نہیں رکھا چنانچہ اٹھا اور اسے اوپر لے گیا۔ دیکھا کہ بستر خالی ہے۔ حیران ہو کر ادھر ادھر تلاش کیا۔ چراغ روشن کر کے حجرہ بھی دیکھا۔ وہاں بھی آپ کو نہ پایا۔ پریشان ہو کر بیٹھ رہا۔ جب فجر کی نماز کا وقت آیا تو آپ نے اوپر سے آواز دی کہ وضو کے لئے پانی لاؤ فوراً میں نے کوزہ پانی سے بھر کر حاضر خدمت کیا اور کہا کہ حضرت رات کہاں تھے۔ فرمایا کہ کیا خواب کی بات کر رہے ہو۔



میں نے عرض کیا اگر آپ نہ فرمائیں گے تو عمر بھر میرے دل سے یہ خیال دور نہ ہوگا۔ فرمایا۔ بتانا ہوں مگر یہ ہمید کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ اگر کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ پھر فرمایا۔ رات میں غار حرا میں رہا میں نے پوچھا غار حرا کہاں ہے۔ فرمایا وہ غار ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھتے تھے پہلے خدائے عزوجل کی عبادت کیا کرتے تھے۔ مجھے حاجیوں پر تعجب آتا ہے کہ حج کرتے ہیں اور ایک گھڑی بھی وہاں بسر نہیں کرتے اگر کسی کو بارہ سال میں بھی کشائش حاصل نہ ہو تو اس غار میں ایک رات بیٹھا رہنے سے فتوحات حاصل ہو جاتی ہیں۔

**دم کردہ پانی سے شفا :** اسی ضمن میں دارا شکوہ تحریر کرتا ہے کہ یہ فقیر دو دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ایشاں مجھ پر کمال مریانی اور خاص عنایت فرماتے تھے۔ چنانچہ بیس سال کی عمر تھی کہ مجھے سخت بیماری لاحق ہو گئی کہ شامی طیب اس کے علاج سے عاجز ہو گئے۔ مجھے بادشاہ (شاہ جہاں) آپ کے ہاں لے گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہا یہ میرا بڑا بیٹا ہے اور طیب اس کا علاج نہیں کر سکے۔ توجہ فرمائیں کہ حق تعالیٰ اسے شفا بخشے یہ سن کر آپ نے پانی کا پیالہ منگایا اور اس پر دعا پڑھ کر دم کی اور مجھے دیا۔ جب پانی پیا تو ایک ہفتہ میں مجھے کامل شفا ہو گئی اور وہ مرض بالکل رفع ہو گیا۔

**وفات و مدفن :** چونکہ میں (دارا شکوہ) اس سے پہلے رسالہ (سکینۃ الاولیاء) میں آنحضرت (میاں میر) اور آپ کے مریدوں کا حال مفصل لکھ چکا ہوں۔ تو اس کتاب سفینۃ الاولیاء میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ آپ منگل کے دن ظہر کی نماز کے بعد ۷ ربیع الاول ۱۰۳۵ھ (مطابق ۸ اگست ۱۶۳۵ء) کو معمرہ لاہور کے محلہ خانی پورہ میں اٹھاسی سال کی عمر پر کوفت اور موضع ہاشم پور میں جو شہر لاہور کے متصل واقع ہے مدفون ہوئے۔ مزار حبرک زیارت گاہ خلق ہے۔

**مریدان حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ :** حضرت میاں میر رحمۃ

اللہ علیہ کے مرید عارفان کامل، واصل اور مشہور تھے جو واصل بنی ہو گئے ہیں۔ حاجی نعمت اللہ سرہندی، شیخ نھقا، شیخ اسلمیل، ملا خواجہ کلاں، میاں حامد، حضرت ملا عبد الغفور دانشمند اور حاجی صالح اور دوسرے زندہ ہیں آپ کے اکمل مریدوں سے حضرت ملا شاہ، حضرت ملا خواجہ بہاری، شیخ احمد سنائی اور شیخ احمد دلاوی ہیں۔

میں نے سلسلہ معظمہ حبرکہ قادریہ کے مشائخ کے حال جو متاخرین سے بہترین بزرگ ہیں قدس اللہ اسرار ہم ختم کر دیئے ہیں اور اس فقیر نے ہر حالت اور ہر چیز میں ان سے بہتر کسی کو نہیں پایا اور نہ مشرف ہوا۔ بیت

تا ابد اس سلسلہ نگستہ باد  
گردن ایام بدیں بستہ باد

الحی یہ سلسلہ کبھی نہ ٹوٹے اور زمانہ کی گردن اس سے بندھی رہے۔ یعنی دنیا ان کے حلقہ بگوش رہے۔

### حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ

دارا شکوہ "سکینۃ الاولیاء" میں رقم طراز ہے کہ جو شخص آنجناب کا روئے مبارک دیکھ لیتا اس کی آنکھوں میں نور آجاتا اور دل باغ باغ ہو جاتا۔ آنجناب گندم گوں نہایت لطیف بلند بینی اور کشادہ پیشانی تھے۔ جبین مبارک سے آثار سعادت و کرامت صبح صادق کی طرح نمایاں ہوتے تھے۔ ابو پیوستہ تھے۔ آنکھ کی دھیری متوسط درجہ کی تھی اور تمام اعضاء متناسب اور اوسط درجہ کے تھے۔ ریش مبارک لمبی بھر تھی۔ اور ان دنوں سفید ہو گئی تھی ریاضت اور کثرت مجاہدہ سے نحیف البدن ہو گئے تھے۔ قد مبارک خیر الامور اوسطہا کے موافق میاند تھا۔ بڑھاپے میں پاؤں کی بیماری کی وجہ سے نماز بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس کے جسم میں کوئی بیماری نہ ہو وہ رحمت الہی سے دور ہوتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ



عنہ کے واسطوں میں پائیدار درد تھا جس کی شدت سے نیند نہیں آتی تھی مگر آپ کسی پر ظاہر نہیں کرتے تھے اور صبر سے برداشت فرماتے۔

ہائی کے والد بزرگوار کے نانائے فرح بخش فرحت ازکار قلندری میں وہ شعر اسی مضمون میں نقل کرتے ہیں۔

### بلا بر اولیاء خدا :

من بلا بر کے رہا نکتم

تاکہ نامش ز اولیاء نکتم

ایں بلا گوہر خورشید ماست

من بہر کس گھر عطا نکتم

یعنی دکھ اور مصیبت اولیاء اللہ کے لئے عطیہ الہی ہے اور یہ عطیہ ہر ایک کی قسمت میں نہیں۔ حضرت فرحت رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی اور مرشد حضرت قلندر شاہ رحمۃ اللہ علیہ علیہ مبارک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فرماتے ہیں۔

چوں نزول وحی بروے درد سر را می فرود

آں نگار من بکار سر ہی بروے پناہ

حق بہ آں محبوب خود بے درد سر سرے نداد

پس محبان را سزائے درد سرتاپا شمار

درد سر نے اس بیمار آں شراب سر اوست

ہر کرا باشد سر آں کے ہر سد زین بیمار

مے کشاں کیفیت اس درد سر داند و بس

بر در سے خانہ خوش باشند ہر لیل و نهار

ان اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر میں نزول وحی کے بعد درد سر رہتا تھا جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب کو درد سر کے بغیر اپنا رمز آشنا نہ کیا تو ثابت ہوا کہ محبوں کے لئے سرپا درد لازمی ہے۔ پھر فرماتے ہیں اسے درد سر نہیں کرنا چاہئے بلکہ سمجھنا چاہئے کہ یہ سر الہی کا غمار ہے جو اس رمز کے آشنا ہوں وہ اس غمار سے نہیں چکراتے۔ عام سے کشتوں کی کیفیت درد سر دیکھ لو کہ وہ رات دن مے خانہ کے دروازے پر پڑے ہوئے کیسے خوش رہتے ہیں لہذا غم خانہ عشق الہی کے قدح خواروں کو جو درد میں مزہ آتا ہے اس کی کیفیت عوام الناس کیا جان سکتے ہیں۔

### حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا لباس

آغجباب کا لباس عام فقیروں اور درویشوں سا نہ تھا۔ یعنی آپ خرقہ اور مرقع نہیں پہنتے تھے۔ بلکہ کم قیمت کپڑے کی ایک پگڑی سر پر اور مونے کپڑے کا کرتہ زیب تن فرماتے تھے جو میلا ہونے پر اپنے ہاتھ سے دریا پر جا کر صاف کر لیتے۔ اور یاروں کو لباس صاف رکھنے کی تاکید فرماتے۔ ان کے کپڑے بھی میاں جیو ہی کے لباس کی طرح تھے آپ کے کسی طالب نے طاقیہ (درویشوں کی ٹوپی) اور خرقہ نہیں پہنا۔ گودڑی آپ کے ہاں مروج نہ تھی۔ فرمایا کرتے کہ لباس اس قسم کا ہونا چاہئے کہ کوئی پہچان نہ سکے کہ فقیر ہے کہ نہیں کیونکہ آپ فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں گودڑی پہننا محض دکھاوا ہے اور دل کی حالت کے موافق نہیں۔ آپ کے گھر کا فرش پرانے پوریا کا تھا۔ آپ کو کسی دنیوی چیز سے وابستگی نہیں تھی اور فقیروں کو دولت مندوں سے افضل جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ غنی لوگ صاحب صدقہ ہوتے ہیں اور فقیر صاحب صدق اور صدق صدقہ سے بدرجہا افضل ہے۔



## نام و نمود سے نفرت

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کو نام و نمود سے بڑی نفرت تھی وہ دنیا کو ایک ٹاپائیدار شے سمجھتے تھے اور یاروں سے فرمایا کرتے کہ مجھے شورہ زار میں دفن کرنا تاکہ میری ہڈیوں کا نام و نشان باقی نہ رہے اور نہ ہی قبر کی صورت بتانا کہ ۔

صورت قبر از بعد مرگ ویراں خوشتر است  
نیستی مانند من با خاک یکساں خوشتر است

میرے خیال میں یہ شعر اس وزن میں اچھا رہے گا ۔

بعد مرگ قبر ویراں خوشتر است

جسم من با خاک یکساں خوشتر است (نای)

بعض اصحاب کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ میری ہڈیوں کو نہ بیچنا اور میری قبر پر دو سروں کی طرح دکان نہ بنالینا اور شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہ کے اس قول کو اکثر زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے کہ صوفی وہ شخص ہوتا ہے جو نہ ہو اور اس پر الفاظ اور پڑھایا کرتے کہ اگر ہو تو بھی نہ ہو۔

آنجناب کے حضور میں مرتبے کا کوئی اثر نہ تھا۔ اکثر اپنے اصحاب کو صاحب مرتبہ لوگوں کے میل جول سے منع فرماتے اور اکثر اس حدیث نبوی کو پڑھا کرتے اخرو ما یمخرج من دوس صدیقین حب العجاء یعنی سب سے آخری چیز جو صدیقیوں کے سروں سے نکلتی ہے وہ مرتبہ کی محبت ہے۔

اس وقت نامی کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ پہلا خطبہ یاد آیا ہے جو آپ نے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتخب ہونے پر فرمایا تھا۔ اور جو انگریز مورخین نے بھی نقل کیا ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے تم لوگوں نے خلیفہ چن لیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں ٹھیک کام کروں تو

میری تائید کرو اور اگر میں غلطی کروں تو درست کر دو۔ سچائی اور اخلاص میں نیکی ہے اور جھوٹ میں برائی۔ یہ بھی جان لو کہ جس قوم میں شرارت اور فتنہ پردازی آجاتی ہے تو خدا اس پر بلا مسلط کر دیتا ہے۔ جب میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو میرا حکم مانو۔ اگر نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔ اٹھو نماز کے لئے خدا تم پر رحم کرے مجھے اس وقت اردو تاریخ نہیں ملی یہ ترجمہ میں نے مسٹر بوڈلے کی انگریزی کتاب (The Messenger) کے صفحہ ۳۳۷ سے کیا ہے غور کرو کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حسب ارشاد نبوی انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل انسان ہیں کیسے اکھڑا رہے ہیں کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر اطاعت خدا و رسول کروں تو میرا حکم مانو اور بصورت دیگر نہ مانو۔ اس سے زیادہ حب چاہ سر سے نکالنے کی اور کیا مثال مل سکتی ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں کبھی اپنی شوکت و شان کا مظاہرہ اپنے نفس کی خاطر نہیں کیا۔ باوجود جاہ عمر فقر و فاقہ میں بسر کر دی نہ اپنے لئے کوئی ریاست بنائی نہ اپنی اولاد و خاندان کے لئے کسی ریاست کا سامان کیا۔ اسی روش پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہے جن کی اولاد سے حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو صحیح معنوں میں ان ہر دو خلفائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین و نام لیوا ہیں۔

دارا شکوہ ملا خواجہ ہماری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی بیان کرتا ہے کہ میں (خواجہ ہماری) چند آدمیوں کے ساتھ گھر میں بیٹھا تھا کہ اتفاقاً مکان گرنے کے آثار ظاہر ہوئے۔ میں نے یاروں سے کہا کہ اٹھ کر باہر چلے جاؤ۔ میرا مکان گرنے والا ہے۔ وہ نکل گئے لیکن میں وہیں بیٹھا ہوا کلمہ طیبہ بلند آواز سے پڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ بالا خانہ گرا اور دو لکڑیاں آپس میں ملیں جن کے درمیان میں سلامت رہا۔ جب یہ بات حضرت جیو رحمۃ اللہ علیہ نے سنی تو لوگوں کو امید تھی کہ آپ آفریں کہیں گے۔ لیکن فرمایا۔ ہائے مرتبہ۔ ہائے مرتبہ ! مرتے وقت بھی اس کا خیال دور نہیں ہوتا



چونکہ وہ کلمہ طیب بلند آواز سے پڑھتا تھا اس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ لوگ سنیں اور کہیں کہ یہ تیرا اچھا فقیر ہے کہ دم مرگ بھی خدا کو یاد کرتا ہے اسے آہستہ آہستہ یہ کہنا چاہئے تھا۔

کن جاہ و کن جاہ و کن جاہ  
دور کن از دل بے فکری زیر جاہ

یعنی جاہ طلبی کا خیال دل سے نکال کر اسے غرقاب کر دینا چاہئے۔

## حال عبادت و طریق نشست

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ فرائض و سنن مکوہ اور تہجد کے سوا اور کوئی نماز ادا نہیں کرتے تھے۔ فرض باجماعت پڑھتے تھے اور جیسا کہ پیشوازیں مذکور ہوا جنگل یا باغات میں جا کر اپنے دوستوں کے ساتھ ذکر و وظائف میں الگ الگ ہو کر مشغول ہوتے تھے۔

آپ کے بیٹے کے دو طریق تھے۔ ایک تو دونوں گھٹنے کھڑے کر کے رخ بہ قبلہ گھٹنوں پر کپڑا ڈال کر بیٹھا کرتے تھے۔ اس طریق نشست کو حیوہ کہتے ہیں

چو بنشیند مراقب دیدہ برہم  
بہ بند دیدہ دل از دو عالم

یعنی مراقبہ کرنے والا جب یکسو ہو کر بیٹھتا ہے تو ماسوا اللہ کے دونوں جہاں سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔

حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریق پر مربع بھی بیٹھا کرتے تھے اور اس طریق کو جلسۂ الوقار کہتے تھے۔ مگر مراقبہ کے وقت دو زانو نہ بیٹھتے بلکہ متکا (تکیہ گاہ) میں کبھی بائیں

ہاتھ کو کبھی دائیں کو ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر چہرہ اوپر کی طرف رکھتے تھے۔ اکثر اوقات اس طرح بیٹھا کرتے لیکن کبھی کبھی چار زانو بھی نشست فرماتے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں گھٹنوں میں دبائے رکھتے۔

## حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ اور سماع

دارالہکونہ برہائے مشاہدہ رقم طراز ہے کہ حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ فقہ اور راگ سنا کرتے تھے اور ہندی راگ کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور اس سے خوش ہوا کرتے تھے اگر کوئی قوال آجاتا تو سماع کرتے یہ ضروری نہ تھا کہ ہر وقت قوال ہمراہ ہی رہیں یا بلائے جائیں۔ سماع کے وقت شرعی شریف کی متابعت اور اپنے حوصلہ کی وسعت کی وجہ سے وجد و رقص نہیں فرماتے تھے۔ (سماع راگ سننے کو کہتے ہیں اور وجد ہاتھ بلند کرنے اور رقص کرنے کو) اور جس وقت سماع سے خوش ہوتے تو آپ کے مبارک چہرے سے کمال درجہ کا سرور ظاہر ہوا کرتا اور داڑھی کا ایک ایک بال اٹھ کھڑا ہوتا اور رنگ مبارک چمکنے لگتا۔ لیکن وقار و حکمت کی وجہ سے نہ آپ سے کوئی حرکت ظہور میں آتی اور نہ ہاتھ بلند کرتے۔

حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ سے سماع اور وجد کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے یہ شعر پڑھے۔

گویم سماع اے برادر کہ چیت  
مگر مستمع را بدانم کہ کیست

مگر از برج سخن بود طیر او  
فرشتہ فرد ماند از سیر او

وگر مرد لہو است و بازی و لاغ  
فروں تر شود لہوش اندر داغ



یعنی اسے بھائی سماع کی بات بتانے سے پہلے مجھے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس صورت میں ہونا تو حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں ہوتا۔

کے سننے والا کون ہے اگر وہ اہل دل ہے اور رمز آشنا۔ تو اس کی پرواز فرشتوں سے ہے۔ آپ جس شخص پر عنایت فرماتے "اے یارو" عزیز" کے لفظ سے مخاطب بڑی ہوتی ہے۔ اگر وہ لب و لہجہ پرست اور کھیل کود کا دلدادہ ہے تو سماع سے اس کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس کی رعیت کی رعایت، خلقت پر شفقت اور مستحقوں کو بری حالت اور خراب ہو جائے گی۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ان اشعار سے پہلے اشعار میں بیان کر چکے ہیں کہ مہدوں کو بلا لفظ یار تعبیر کرتے اور کبھی مرید کا لفظ زبان پر نہ لاتے آپ فرمایا کرتے کہ اہل دل لوگ تو کبھی کے پر بارے سے جو آواز نکلتی ہے وہ اسے سن کر اپنا ہاتھ سر اور دل خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں پھری مریدی نہیں تھی صرف مل مارنے لگتے ہیں۔ اور مرغ کی آواز انہیں مست کر دیتی ہے رہٹ کے چلنے کی آواز مل کر بیٹھتا تھا۔ لہذا جو ہمارے ساتھ مل بیٹھتا ہے وہ ہمارا یار ہے اور یہ بھی فرماتے سے وہ سرمست ہو جاتے ہیں۔ اور رہٹ کی طرح رقص کرنے لگتے ہیں۔ اور جب ہم کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں گوشت و خواندہ کا بے خود ہو جاتے ہیں تو گریبان میں سر رکھ کر گریبان بھاڑ دیتے ہیں۔

پھر دارا شکوہ اس ضمن میں بیان کرتا ہے کہ حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ میں گفتگو ہوا کرتی تھی۔

### چند مشکل مسائل کا حل

کے سب یار نغمہ سنا کرتے تھے لیکن وجد و رقص نہیں کیا کرتے تھے۔ ہاں میرے شاہ صاحب (ملا شاہ بدخشاہی) ماوراء النہر کے طریق پر فارسی میں نغمہ آرائی کیا کرتے اور بے خودی کی حالت میں ہاتھ سینے اور بازوؤں پر ملا کرتے تھے اور حاضرین میں فقرائے بھی سب کے سب ..... کبھی رونے بھی لگتے اور کبھی اپنے تئیں زمین پر دے مارنے اور کبھی حرم اور لمبی لمبی امیدوں کا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر شخص کو جوانی میں جس چیز کی خواہش ہوتی ہے ..... بڑھاپے میں وہ خواہش زیادہ ہو جاتی ہے ..... چونکہ انبیاء و اولیاء کو رضائے حق تعالیٰ اور اعمال نیک کی طلب اور

### حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق

حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کا خلق اس درجہ کا تھا کہ اگر کوئی شخص گمراہی حقیقت توحید کی خواہش زیادہ ہوتی ہے لہذا بڑھاپے میں بھی وہ بڑھ جاتی ہے اور باقی بحر بھی جناب کی خدمت میں حاضر رہتا تو اس پر اس قدر عنایت و شفقت فرماتے کہ اولاد آدم کو جوانی میں دنیاوی حرص ہوتی ہے اس لئے پھری میں وہ اور زیادہ ہو جاتی یہی خیال کرنا کہ جناب کی عنایت جو مجھ پر ہے وہ کسی دوسرے پر نہیں۔ آپ جبر ہے۔ اسی طرح لمبی لمبی امیدوں کو قیاس کر لو۔

سے کلام کرتے ہاتھ میں ہاتھ لے کر کرتے۔ آپ رحمت الہی کا نشان تھے جو اللہ دارا شکوہ کا بیان ہے کہ میں نے ملا سعد اللہ سے سنا کہ انہوں نے ایک دن تبارک و تعالیٰ نے اس زمانے میں بھیجا تھا۔ اگر بقول "دارا شکوہ" خلق کسی مرد کی "حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ سے روایت باری تعالیٰ کے مسئلے کے متعلق پوچھا کہ انسان جو جسمانیات کے احساس کا عادی ہے وہ ذات باری تعالیٰ کو جو بے شکل، بے



جنت اور لامکاں ہے کس طرح دیکھ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ اہل بشت کی پٹلیوں کا مغز ستر کپڑوں کے نیچے سے بھی نظر آئے گا۔ جب ہڈی کے مغز کی یہ کیفیت ہوگی تو کیا بصارت بصیرت نہ بن جائے گی اور لطیف کا ادراک نہ کر سکے گا؟ **وہو اللطیف العظیم** پھر فرمایا کہ جن لوگوں کو بصیرتی کے سبب دیدار الہی ہونا ناممکن نظر آتا ہے وہ آخرت میں بھی محروم دیدار کے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے **من کلن فی ہذہ اعمی لہو فی الآخرۃ** واصل سبب یعنی جو دنیا میں اس کی قدرت کی نشانیوں نہیں دیکھتا وہ قیامت کے بھی اس کا دیدار نہیں کر سکے گا۔ اور واصل سبب جو فرمایا اس سے یہ اشارہ ہے اس جہان کے اندھوں کو اس بات کی امید نہیں کیونکہ یہ تو صرف اسی جہان میں اس جہاں میں نہیں ہے کیونکہ استعداد اس جہان میں ختم ہو جاتی ہے اس مضمر ایک ربائی ہے۔

آنکہ خدا در آں نماں ی بیند  
اول تو بدایں دریں جہاں ی بیند  
دیدار خدا دریں و آں یکساں است  
ہر لحظہ بظاہر و نماں ی بیند

یعنی جو اہل اللہ اس جہان میں خدا کو دیکھیں گے وہ اس جہان میں بھی ہیں اللہ کا دیدار یہاں اور وہاں دیکھنا برابر ہے اہل اللہ کو وہ ہر لحظہ ظاہر و پوشیدہ آتا ہے۔

## شریعت، طریقت اور حقیقت کی تشریح

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ نے زیب عنوان مسائل کی تشریح کرتے فرمایا کہ سالک کے لئے سلوک میں پہلا مرتبہ شریعت ہے۔ طالب کے لئے

اس کے حفظ مراتب کی کوشش کرے اور جب کوشش سے شریعت میں مستحکم ہو جائے گا تو اس کی برکت سے طریقت کی خواہش خود بخود پیدا ہو جائے گی اور جب اس کے حقوق کو بھی اچھی طرح ادا کرے گا تو اللہ تعالیٰ بشریت کے حجاب اس کی آنکھوں سے دور کر دیں گے اور حقیقت کے معنی اس پر منکشف ہو جائیں گے جو روح ہے لہذا شریعت، معاملات کی نگہداشت اور مرتبہ طریقت کے حصول کا ہے اور طریقت بری خصلتوں سے باطن کو پاک کرنے اور مرتبہ حقیقت کے حصول کا موجب ہے اور حقیقت کیا ہے وجود کو فانی بنانا اور دل کو ماسوا اللہ تبارک و تعالیٰ سے خالی کرنا۔ اور درجہ قرب کے حصول کا ذریعہ بھی حقیقت ہی ہے۔

پھر فرمایا یاد رکھو کہ انسان تین چیزوں نفس، دل اور دماغ کا مجموعہ ہے ان میں ہر ایک کی اصلاح خاص چیز سے ہوتی ہے چنانچہ نفس کی اصلاح شریعت سے دل کی طریقت سے اور روح کی حقیقت سے۔

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان نقل کرتے ہوئے مجھے مثنوی مراد اللہ تعالیٰ عنہ یاد آگئی جو میری والدہ محترمہ (شریف سلطان) کے دادا حضرت قلندر شاہ ولی (متوفی ۱۳۲۸ھ) کے برادر کلاں پیر مراد شاہ لاہوری (متوفی ۱۳۱۵ھ) اور مدفون موضع راندہ کی منظوم ہے اس میں اس مسئلہ پر چند شعر دل آویز منقول ہیں۔ غور کریں۔

کے کو در شریعت راسخ آید  
وقت راہ بروے خود کشاید

بجای آں آداب شریعت  
طریقت جو ہم از باب شریعت

شرع رسول پاک و اطہر  
طریقت را طریقے نیست دیگر

شریعت را مقدم دارا کنوں



طریقت از شریعت نیست

شریعت بخ داں اے سو دیندار

طریقت ہم چو برگ و بار پندار

شریعت ہم الفاظ فصیح است

طریقت چوں معانی صریح است

شریعت را مثال آمد بہ بادہ

طریقت را مثل مستی قلادہ

مجو از بادہ بیروں مستی اے یاد

ہمیں یک حرف مارا یاد داری

پھر فرماتے ہیں ۔

الا اے بادہ آشام شریعت

شدہ خوش مست از جام شریعت

مے تاب شریعت تلخ و تیز است

مصفا و بے خوش نشہ خیز است

ازیں مے مست شد شبلی و عطار

جنید و ہارون و میر انصار

تنگ طرئی ازیں مے کرو منصور

زمستی در جہاں افکنندہ صد شور

وگر نہ ہر یکے مست است و خاموش

نہادہ مر بر لبہا و خاموش

یعنی جو شخص پختہ طور پر شریعت کا پابند ہو اس پر خود بخود طریقت کی راہ کھل

جاتی ہے۔ لہذا طالب کو چاہئے آداب شریعت بجالائے اور اسی سے طریقت کا نشان

پائے۔ رسول اللہ کی شریعت کے سوا اور کوئی طریقہ طریقت کے حصول کا نہیں لہذا

اسی کو مقدم سمجھنا چاہئے کیونکہ شریعت جڑ ہے اور طریقت اس کے پھل پھول پتے

اور پھل ہیں۔ شریعت کو صلیح الفاظ سمجھو اور طریقت کو اس کے معانی۔ شریعت کی

مثال شراب کی ہے اور طریقت کی سرور و مستی کی۔ جس طرح مستی شراب کے بغیر

نہیں آسکتی اسی طرح شریعت پر پابندی کے بغیر طریقت کا راستہ نہیں مل سکتا۔ شریعت

کی خالص شراب گو تلخ و تیز ہے مگر ہے بڑی پاکیزہ اور کیف آور۔ اسی شراب سے

”علی عطار“ جنید بغدادی اور ہارون ہسطنای اور میر انصار مست ہوئے اور ہوشیار رہے۔

اس سے منصور نے تنگ طرئی کا اظہار کیا اور دنیا میں اتنا الحق کہہ کر شورش ڈال

دی۔ اور شریعت کا حکم اس پر نافذ ہوا اور قتل دیگر بزرگان دین مست ہیں اور

خاموش۔ الخ

### صوفی کو حالت وجد میں شعور و فانی ہونے کا نکتہ

میاں حاجی محمد نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ

سے پوچھا کہ اس نکتہ کی تشریح فرمائیں۔ بزرگ ایک طرف تو فرماتے ہیں کہ صوفی کو

وجد کی حالت میں اس قدر شعور ہو کہ اگر اس کی منہی چھنے سے بھری ہو اور اس

میں سے ایک دانہ گر پڑے تو صوفی کو اس کی بھی خبر ہو اور پھر یہ بھی بزرگ فرماتے

ہیں کہ صوفی کو وجد کی حالت میں فانی ہونا چاہئے اور فنا سے مطلب شعور کا ہونا ہے

ان دو متضاد باتوں میں تقابلیت کیسے ہو ؟

حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا کہ جب صوفی وجد کی حالت

میں ہوتا ہے تو اپنی ہستی سے خالی ہوتا ہے۔ اور بھائے حق سے باقی ہیں جس وقت باقی

بچی ہو گا تو یقیناً چھینے کے کرنے سے کیا بلکہ اس سے بھی چھوٹی چیز سے واقف ہو گا

اس لئے تو کہتے ہیں صوفی کو وجد کی حالت میں آسمان و زمین کی چیزیں اس طرح دکھائی

دیتی ہیں گویا اس کے ناخن پر موجود ہیں۔



## شیخ سعدی کے ایک شعر کے معنی

حضرت شیخ میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مجلس میں شیخ سعدی کا یہ شعر

پڑھا۔

خوے بد در طبعیے کہ نشت

زود جز بوقت مرگ از دست

یعنی جس شخص کو جو بری خصلت پڑ جائے وہ مرکری جاتی ہے اور اس کے معنی یہ تائے اس موت سے طبعی موت مراد نہیں بلکہ نفس و شہوت کی موت مراد ہے بعض مشائخ کی بابت لکھا ہے کہ وہ اوائل میں برے اعمال کے مرتکب تھے اور توبہ اور انابت سے کامل اولیاء بن گئے۔ اب کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ بری خوتا مرگ ان میں باقی رہی ہوگی۔ معاذ اللہ ایسا اعتقاد نہ رکھنا۔

## موت سے پہلے مرنے سے مراد

پھر فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ موتوا قبل ان تموتوا ! (مرنے سے پہلے مرجاؤ) اس سے مراد نفس، خواہش اور شہوت کو مارنا ہے جو سالکوں کا شیوہ ہے۔ انسان جب تک اپنے نفس کو نہیں مارتا اور اپنی خواہشوں اور آرزوؤں کو نہیں چھوڑ دیتا اس سے بری خو ہرگز زائل نہیں ہوتی۔ فرمایا یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اولیاء کی موت ان کے نفس کا مرنے سے جب ان کا نفس مرجاتا ہے تو پھر ابد الآباد تک زندہ ہی رہتے ہیں۔ جیسا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے المؤمن حی الدائم مومن دونوں جہاں میں زندہ ہے یعنی عارف ۔

ہرگز نہیرو آنکہ دش زندہ شد بعشق

ثبت است ہر جریدہ عالم دوام

یعنی جو عشق الہی میں فنا ہو گیا وہ کبھی نہیں مرتا اور مدام زندہ رہتا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے الا ان اولیاء اللہ لا یموتون ولكن یقلبون من دار الی دار یعنی اولیاء اللہ نہیں مرتے بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر نقل مکانی کرتے ہیں۔

## تصرف اولیاء

حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اولیاء اللہ کا تصرف زندگی میں اور موت کے بعد یکساں ہوتا ہے بلکہ وفات کے بعد زیادہ اور بہتر ہوتا ہے توجہ اور تصرف اچھی طرح کر سکتے ہیں کیونکہ زندگی میں تو حجاب بدنی بعض چیزوں کے احوال پوشیدہ رکھتا ہے اور وفات کے بعد یہ حجاب بھی اٹھ جاتے ہیں اور ایسے ہو جاتے ہیں گویا تلواریں میان سے سونت لی اور یہ بات یقینی ہے کہ خوف میں بند تلواریں سے سونتی ہوئی تلواریں اچھی طرح کھم کر سکتی ہے۔

## آپ کے ترک و تجرید کی کیفیت

حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ لڑکپن ہی سے ترک و تجرید میں یگانہ روزگار تھے شیخ داؤد کی زبانی روایت ہے کہ میں (داؤد) ہمیشہ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ لاہور کے علماء سے ایک شخص خالد گوجر کو آپ نے آخری عمر میں یاد الہی میں مشغول کیا تھا۔ اس کی عورت نے مجھ سے آکر بیان کیا کہ خدا کے لئے حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں میری طرف سے عرض کرو کہ آپ نے تو مجھے خاوند کی زندگی ہی میں بیوہ کر دیا۔ میرا گھریاں تباہ ہو رہا ہے۔ اور خاوند میری طرف توجہ ہی نہیں کرتا یہ سن کر میں (داؤد) میاں صاحب کے گھر گیا اور میرے ہمراہ میاں محمد مراد مفتی بھی تھے ہم نے دیکھا کہ آپ تما پڑے ہیں



اور نکیہ کی بجائے دستار مبارک زیر سر ہے اور بدن کی پھنسیوں پر کھیاں بیٹھی ہوئی ہیں جن کو اڑانے کے لئے کوئی خادم بھی موجود نہیں اور سینہ مبارک سے آواز آرہی ہے۔ ہم یہ حالت دیکھ کر رو پڑے۔ اور ایک گوشے میں بیٹھ گئے آپ نے آنکھیں کھولیں۔ پوچھا کون؟ عرض کیا داؤد اور محمد مراد۔ کس طرح آئے؟ ملا حامد کی بیوی کا پیغام عرض کیا گیا۔ آپ اٹھ بیٹھے اور ہمیں بھی بٹھایا اور جواب میں فرمایا کہ ملا حامد سے جو کچھ اس کی عورت چاہتی ہے وہ اس کام کا نہیں۔ کیونکہ ہمارے شغل کی یہ کیفیت ہے کہ ماسوائے اللہ سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔ پھر میں (داؤد) نے رو کر عرض کیا کہ جناب کی یہ کیا حالت ہے کہ اپنے تن بدن کی بھی خبر نہیں۔ آپ کا وجود بہت نفیست اور مبارک ہے کوئی کھیاں اڑانے کو بھی موجود نہیں۔ فرمایا اے داؤد مجھے مطلق خبر نہیں۔ اگر تم چھری سے میرا بند بند کاٹ دو تو بھی مجھے خبر نہ ہو۔ اہل شریعت کے نزدیک تو کفر کے بعد کلمہ پڑھنے سے آدمی مومن ہو جاتا ہے لیکن اہل حقیقت کے نزدیک غفلت کا علاج کسی چیز سے نہیں ہو سکتا۔

### ملاقات بادشاہ جہانگیر

اکبر بادشاہ کا بیٹا سلیم نام سے اس لئے موسوم ہوا کہ وہ حضرت شیخ سلیم چشتی (مزار در فتح پور سیکری) کی دعا سے پیدا ہوا تھا۔ مگر جب وہ باپ کے مرنے کے بعد ۳۸ برس کے سن میں ۹۷۴ھ میں تخت نشین ہوا تو اس نے اپنا نام جہانگیر اور لقب نور الدین رکھا۔ دونوں کی وجہ تسمیہ وہ یوں لکھتا ہے کہ چونکہ بادشاہوں کا کام جہانگیری ہے اس لئے میں نے یہ نام اختیار کیا اور چونکہ نور کے ترکے میں تخت نشین ہوا تھا اس لئے لقب نور الدین رکھا۔

جہانگیر بزرگوں کی زیارت کا بڑا شائق تھا چنانچہ اپنے چودھویں سن جلوس کے واقعات میں جو ۹۷۸ھ مطابق ۱۵۶۹ء میں ہوئے اس نے تین بزرگوں کے متعلق اپنے تاثرات درج ترک جہانگیری کئے ہیں۔

- ۱۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق
- ۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت اور
- ۳۔ حضرت شیخ میاں میر رحمۃ اللہ کے متعلق۔ یہاں حضرت موخر الذکر کی نسبت جو جہانگیر نے لکھا ہے وہ من و عن درج کیا جاتا ہے۔

”چوں بعد عرض رسید کہ در لاہور میاں شیخ محمد میر نام درویش است ہندی الاصل بغایت فاضل و مرتاض و مبارک نفس و صاحب حال و در گوشہ توکل و عزلت مشغول گفتہ از فقر گھنے و از دنیا مستثنیٰ نشسته است بنا بریں خاطر حق طلب بے ملاقات ایشان قرار نگیرد بدین ایشاں رغبت افزود بلاہور رفتن متعذرم رقتہ بند خدمت ایشان نوشتہ شوق باطن را ظاہر ساختم۔ و اس عزیز باوجود کبر سن و ضعف بینہ تصدیقہ کشیدہ تشریف آورد۔ و مدت معتد تما بایشاں نشسته صحبت متوفی داشتہ شد۔ الحق ذات شریف است و دریں عہد بغایت نفیست و عزیز الوجود اس نیازمند از خود برآمدہ با ایشان صحبت داشت و بسا معنفان بلند از حقائق و معارف استماع افتاد۔ ہر چند خواستم نیازے بکزد انم چوں پایہ ہمت ایشان ازاں عالی تر یافتہم خاطر باظہار اس مطلب رخصت نداد۔ پوست آہو سفید بخت جائے نماز بایشاں گزرا نیدم فی الفور وداع شدہ بہ لاہور تشریف بردند“

جہانگیر چچی تلی بات کہنے کا عادی ہے۔ اس نے تحریر بالا میں حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل اور زہد و ریاضت اور فقر میں غنا کی تعریف کی ہے جو بالکل بجا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ آپ پر ضعیف تھے۔ چونکہ آپ ۹۵۷ھ میں پیدا ہوئے اس لئے وقت ملاقات آپ کا سن شریف ۷۱ برس کا ہوا۔ ملاقات کس جگہ ہوئی صاف نہیں لکھا۔ ترک میں اس سے پہلے مقام فرخ آباد لکھا ہے اور بعد ملاقات دولت آباد۔ لہذا انہی مقامات کے درمیان آپ جہانگیر سے ملے۔ اس ملاقات کی تفصیل دارالکھوہ نے مسکنۃ الاولیاء میں دی ہے جو بڑی دلچسپ ہے لہذا نقل کی جاتی ہے بطور سوال و جواب



**جہانگیر :** جناب شیخ ! میرے پاس خزانے میں جو زرد جواہر وغیرہ ہیں وہ میری نظر میں اینٹ اور پتھر کے برابر ہے اگر آپ توجہ فرمائیں تو میں بھی دنیاوی تعلقات سے کنارہ کش ہو کر آپ کا درویش بن جاؤں۔

**حضرت میاں میر :** چونکہ تم کہتے ہو کہ میری نظر میں جواہر اور پتھر یکساں ہیں اس لئے تم صوفی ہو

**جہانگیر :** حضرت ! آپ ایسی دلیلیں دے کر مجھے ہلاک نہ کریں اور ترک دنیا کی اجازت دیں۔

**حضرت میاں میر :** تمہارا وجود خلق اللہ کی پاسبانی کے لئے ضروری ہے اور تمہارے عدل کی برکت سے فقیر بھی دل جمعی سے اپنے کام میں مشغول ہیں اس لئے تمہارا تخت پر متمکن رہنا مفید خلق ہے۔

**جہانگیر :** میں پھر عرض کرتا ہوں کہ میری عرض کی طرف توجہ فرمائیں

**حضرت میاں میر :** اچھا تم پہلے اپنے جیسا خلقت کا عادل حکمران کوئی شخص پیش کرو۔ پھر میں تمہیں اپنے ساتھ لے جا کر مشغول کروں گا۔

**جہانگیر :** اچھا آپ کو یہی پسند ہے تو گردن تسلیم خم ہے اب عرض ہے کہ آپ مجھے کوئی خدمت فرمائیں کہ بجا لاؤں

**حضرت میاں میر :** جو میں مانگوں گا دو گے

**جہانگیر :** برو چشم

**حضرت میاں میر :** میں جلد از جلد رخصت چاہتا ہوں

دارالشکوہ کا بیان ہے کہ بادشاہ نے بڑی تواضع سے آپ کو رخصت کیا اور بعد میں بھی شوق ملاقات کی آرزو کا اظہار کرتا اور لکھتا رہا۔

قلب ایں جا است جاں در کوئے دوست  
خلق راہ وہے کہ جان در قلب است

ایک رقعہ کا سرنامہ تھا ”بعرض حضرت پیر دہگیر شیخ میرازین نیازمند درگاہ الہی جہانگیر“ اور مضمون یہ کہ بعد عرض دعا التماس ہے کہ اس بندۂ خدا کو ظالم رافضی کے ہاتھ سے خلاصی دلانیں۔ جو شخص پہلے خلاف عہد کرے وہ بالضرور غضب الہی میں گرفتار ہو گا۔ آمین

یہ رقعہ اس وقت لکھا گیا جب کہ ایران کے بادشاہ نے قندھار پر چڑھائی کی تھی۔

**نوٹ :** ایران میں صفوی خاندان کی حکومت ۱۵۰۲ء سے ۱۷۳۶ء تک رہی۔ یہ خاندان بڑا متعصب شیعہ تھا۔ نادر شاہ افشاری ترک نے ایران کی عنان حکومت سنبھال کر لعن و تہرا کی رسم حکما ”بند کی“ میں کتاب جہاں کشائے نادری سے ایک رسالہ بنام شیعہ سنی میں مصالحت مرتب کیا ہوا ہے جو دارالاشاعت علوم اسلامیہ حسین آگاہی ملتان شہر سے (دو آنہ ۲) پر دستیاب ہو سکتا ہے۔ اس میں واضح کیا گیا ہے کہ لعن و تہرا کی رسم بد کب جاری ہوئی اور نادر شاہ نے اتحاد بین المسلمین کے نیک ارادہ سے اسے بند کر کے ثواب عظیم حاصل کیا۔ اقبال مرحوم نے اس کی تعریف میں لکھا ہے۔

یہ ادارہ ایک مدت سے ختم ہو چکا ہے۔ (ادارہ)



نادر آل رمز آشنائے اتحاد  
با مسلمان داد پیغام و داد

## بادشاہ شاہجہان کی حاضری

دارالہکومہ ”مسکنۃ الاولیاء“ میں رقم طراز ہے کہ جمائیکیر کی وفات کے بعد خلیفہ برحق شاہاب الدین محمد شاہجہان بادشاہ دو مرتبہ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہوئے۔ میں بھی اس وقت ساتھ تھا۔ حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی لطیف باتیں اور پند و نصائح فرمائیں۔ پہلی بات جو آجنگاہ نے فرمائی وہ یہ تھی کہ عادل بادشاہ کو اپنی رعیت اور سلطنت کی خبر گیری اور اپنی تمام ہمت و ولایت کو آباد کرنے میں صرف کرنی چاہئے۔ کیونکہ اگر رعیت آسودہ حال اور ملک آباد ہے تو سپاہ آسودہ اور خزانہ پر ہو گا۔ بعد ازاں دین و مذہب کی گفتگو شروع ہوئی (اس کے بعد دارالہکومہ نے اپنی بیماری اور اس سے شفا پانے کا ذکر کیا ہے جو مسکنۃ الاولیاء سے میں پیشتر ازیں نقل کر چکا ہوں۔

حضرت بادشاہ بہت دیر حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے رہے حتیٰ کہ آپ نے دعا کر کے انہیں رخصت کر دیا۔

دوسری ملاقات پر بادشاہ نے حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ آپ توجہ فرمائیں۔ کہ میرا دل دنیا کی طرف سے سرد ہو جائے آپ نے فرمایا کہ جب تم کوئی نیک کام کرو اور مسلمان کا دل خوش ہو اس وقت اپنے حق میں دعا کرو۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہ مانگو۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں

ایں خیال است و محال است و جنوں

یعنی دنیا کی حرص رکھتے ہوئے یہ چاہنا کہ مقبول خدا ہو جاؤ ایک محال اور

بجوانانہ خیال ہے۔

دارالہکومہ لکھتا ہے کہ اس مرتبہ بھی بادشاہ تقریباً ایک ہفتہ حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہ کر رخصت ہوا۔ اس کے جانے کے بعد شیخ محمد لاہوری کے استفسار پر کہ مجلس کیسی رہی آجنگاہ نے فرمایا کہ بادشاہ فرد کامل اور منظر خاص ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی آمد و رفت اور بات چیت سے میری حالت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ کیونکہ میں جس کام میں مشغول تھا اسی میں لگا رہا۔ (دل پیار دست بکار) پھر فرمایا صوفی جب کامل ہو جاتا ہے اور اس کا دل خطرے سے پاک ہو جاتا ہے تو اسے کوئی چیز ضرر نہیں دے سکتی۔ وہ خود بادشاہ ہوتا ہے اس کی نگاہ میں بادشاہت کچھ قدر منزلت نہیں رکھتی۔ کیونکہ سب بادشاہ اس کے مسخر ہوتے ہیں۔ من لدہ المولے للہ الکمل (جس کا خدا ہے اس کا سب کچھ ہے)

بادشاہ (شاہجہان) نے میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ عرض کرتے ہوئے کہ آپ دنیوی مال سے کنارہ کش ہیں یہ سمجھوروں کی شیع اور شمال کی دستار بطور نذر قبول فرمائیں۔ آپ نے دستار تو واپس کر دی اور شیع رکھ لی اور پھر وہ مجھ مخلص مرید (دارالہکومہ) کو عنایت فرمادی۔

## دارالہکومہ کی عقیدت : دارالہکومہ بیان جاری رکھتے ہوئے لکھتا

ہے کہ چونکہ اس مرتبہ بندہ کا یقین پختہ تر ہو گیا تھا۔ اس لئے جب بادشاہ اور دیگر اہل خاص آجنگاہ کے ہالا خانہ پر گئے تو میں اپنی پاپوش کو نیچے پھینک اور اس مبارک گھر کو وادی مقدس سمجھ کر ننگے پاؤں گیا۔ حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ سے ہم کلام ہوتے وقت لوگ چبا کر بھیجتے جاتے تھے۔ بعض حاضرین کو یہ امر ناگوار گزرا۔ لیکن بندہ کمال ارادت و اخلاص سے ان کو جمع کر کے کھاتا تھا۔ اس وقت میرے دل سے دنیا سے بے تعلقی اور اس گروہ کی محبت زیادہ ہوتی گئی۔ اور اس برکت سے بڑے بڑے اثر مجھ پر ظاہر ہوئے اور مجھے مل گیا جو مل گیا اور اسی کی برکت سے قوت



بیامیہ حاصل ہوئی۔ اور طبیعت موزوں ہو گئی۔ امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن بھی آنجناب کے فقیروں کے زمرہ میں میرا حشر ہو گا جب بادشاہ ساتھیوں کے ساتھ رخصت ہو گئے۔ تو بڑھنے لگا تھا حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سر آنجناب کے قدموں پر رکھ دیا۔ دیر تک ملتا رہا اور آپ بشارت اور خوشحالی سے اپنا دست مبارک اس فقیر کے سر پر پھیرتے رہے۔ مجھے اعزاز بخشا اور مرحمت فرمائی اور رخصت عنایت کی پھر آنجناب کے بعض احباب سے سننے میں آیا کہ جب حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ نے سنا کہ میں ننگے پاؤں اوپر گیا تھا تو آپ نے خوش ہو کر دوبارہ میرے حق میں دعا کی۔

دارالشفہ نے اپنی طرف حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی خاص توجہ کے اور بہت سے واقعات لکھے ہیں چونکہ مضمون طویل ہو رہا ہے اس لئے جتنا لکھا جا چکا ہے اتنا میں کافی سمجھ کر بس کرتا ہوں۔

## حضرت میاں میر کی چند کرامتوں کا بیان

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

غریب سے طعام و نقد مہیا ہونا : حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے چار بھائی تھے۔ ۱۔ میاں قاضی ۲۔ قاضی عثمان ۳۔ قاضی لاہر ۴۔ قاضی محمد۔ جو اپنے وطن سیوستان علاقہ سندھ میں رہتے تھے اور آپ محمد میر لاہور میں مقیم تھے۔ ایک دفعہ ان بھائیوں میں سے ایک لاہور آیا جب کہ آپ فقر و فاقہ میں تھے۔ گھر میں کچھ نہیں تھا مہمان بھائی کے لئے بڑے مضطرب ہوئے کہ اسے کیا کھلائیں۔ بھائی کو جھرو میں بٹھا کر آپ باغ میں چلے گئے۔ وضو کیا اور دو فصل پڑھ کر درگاہ الہی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا۔ الہی ! میں بے کس و بے یار و مددگار ہوں تیرے سوا میرا اور کوئی یاد نہیں۔ پاس کچھ نہیں کہ عزیز مہمان کو کھلاؤں۔

مشغول دعا ہی تھے کہ گھر سے ایک شخص آیا اور کہا کہ آپ کے لئے کوئی لافس کھانا لے کر آیا ہے۔ اور آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ چنانچہ آپ آئے اور لانے والے نے طعام کا خوان اور کچھ نقد بھی پیش کیا اور کہا کہ جس سے آپ نے مانگا ہے اس نے یہ چیزیں بھیجی ہیں۔ اور کہا کہ اگر اور چاہئے تو وہ بھی بھیج دوں۔ آپ نے دو گندہ شکرانہ ادا کیا اور مہمان بھائی کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔

چڑی مار کی توبہ : حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے۔ دیکھا کہ ایک فاختہ کو کو کے فٹے کا رہی ہے۔ آپ ان نعموں سے محظوظ ہو رہے تھے کہ اتنے میں ایک چڑی مار نے ٹاک کر اسے غلولہ رسید کیا اور وہ گر کر مر گئی۔ شکاری اسے مردہ سمجھ کر پھینک کر چلا گیا۔ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ نے خادم سے کہا۔ فاختہ کو اٹھا لاؤ جب وہ لایا تو آپ نے اس کے جسم پر باکرامت ہاتھ پھیرا تو وہ جی کر درخت پر جا بیٹھی اور محو ترنم ہوئی۔ چڑی مار یہ دیکھ کر اسے نشانہ کرنے لگا تو آپ نے منع فرمایا مگر وہ باز نہ آیا۔ غلیل لے کر کھینچنے لگا ہی تھا کہ ہاتھ میں درد شدید اٹھا جس کی شدت سے وہ تڑپ کر زمین پر گر پڑا۔ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ فوراً اس کے سر پر پہنچے اور فرمایا اے بے دردی بے دردی کی وجہ سے ہے جو تو نے فاختہ سے روا رکھی اور میرا کتنا نہ مانا۔ آخر اس نے آپ کے پاؤں پر سر رکھ کر معافی مانگی اور عرض کیا کہ میں نے آنکھہ شکار سے توبہ کی۔ حضرت نے رحم کھا کر اس بے دردی کے درد ناک ہاتھ پر دست مبارک پھیرا جس سے اسے اتفاق ہو گیا یہ کرامت دیکھ کر وہ آپ کا مرید بن گیا۔

۳۔ طمع راسہ حرف است و ہر سہ تھی : یہ حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شعر کا مصرعہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ لفظ طمع کے تین حرف ہیں اور تینوں خالی اس طرح طامع کو محرومی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک مفلوک الحال مغل حاضر



ہوا اسی اثنا میں ایک شخص آیا اور اس نے چپٹیس روپے بلور نذر آپ کی خدمت میں پیش کئے آپ نے خلاف عادت وہ نذرانہ قبول کر لیا۔ اور اسی وقت اس غریب مثل کو عنایت کر دیا اور فرمایا کہ اس رقم سے ایک گھوڑا خریدو اور فلاں شہزادے کے پاس جاؤ وہ تمہیں سواروں میں نوکر رکھ لے گا۔ ایک شخص وہاں بیٹھا تھا۔ اس نے چلا کر کہا۔ واہ حضرت خوب انصاف کیا کہ رقم ایک ہی شخص کو دے دی۔ میں بھی مستحق تھا۔ میرا حصہ بھی نکالا ہوتا۔ اس قسم کی بکواس کرتا ہوا وہ اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ شخص بڑا حریص ہے۔ اس کی کمر میں سوا سو کے قریب .... درہم بندھے ہیں اور پھر بھی طمع نہیں چھوڑتا۔ اسے اس کی سزا ملے گی۔ قصہ مختصر وہ نمائے گیا تو درہموں کی پوٹلی غسل خانے میں بھول گیا جو کسی نے اٹھالی۔ روتا پیتا آپ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا۔ دریا کی طرف جا وہاں ایک شخص کشتی میں بیٹھا ہے تیرا روپیہ اس کے پاس ہے۔ اس سے لے لے چنانچہ یہ وہاں پہنچا تو اس نے روپیہ اسے دے دیا مگر اسے روپیہ کے گم ہونے کے غم سے پچیس لگ گئی تھی۔ اسی بیماری سے وہ مر گیا اور روپیہ اس کے دو نوکروں نے ہتھیا لیا۔ تیسرا نوکر دیکھتا تھا اس نے ان کے کھانے میں زہر ملا کر کھلایا اور وہ مر گئے اور یہ شخص ان کے قتل کے جرم میں مار ڈالا گیا۔ طمع نے چاروں کی جان لی۔

۴۔ فرار شدہ کنیز کی بازیابی : ایک شخص کی لونڈی اپنے مالک کا مال جو بلور امانت اس کے پاس تھا لے کر فرار ہو گئی۔ اس نے ہر چند تلاش کیا مگر نہ ملی۔ آخر حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور قصہ مصیبت بیان کیا آپ نے فرمایا مگر جا وہاں کنیز کو موجود پائے گا۔ چنانچہ وہ گیا تو اسے موجود پایا۔ حیران ہوا کہ یہ ایک بیک کس طرح آگئی۔ لونڈی سے پوچھا تو اس نے کہا میں خود حیران ہوں کہ اتنے دور دراز فاصلے سے کس طرح واپس پہنچ گئی۔ ہاں یاد آگیا کہ ایک ہاتھ غیب سے نکلا ہوا جو غالباً حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ تھا اس نے مجھے بازو سے پکڑ کر اٹھایا اور یہاں لا بیٹھایا۔

۵۔ مرید بروقت روستاق پہنچا : حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا بڑا عالم فاضل جو روستاق کا رہنے والا تھا۔ سگی نام۔ وہ بڑی مدت سے آپ کی خدمت میں رہتا تھا آپ نے اسے ایک دن فرمایا کہ تمہارا جلدی وطن پہنچنا ضروری ہے۔ چنانچہ وہ بادل ناخواستہ چل پڑا بدخشان پہنچا اور شام کے بعد وارد روستاق ہوا۔ اپنے گھر کے پاس بڑی چل پھل دیکھی۔ ہمتیں روشن تھیں اور طعام پک رہا تھا۔ ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کیا تقریب ہے۔ اس نے بتایا کہ یہ مکان ملا سگی کا ہے۔ بائیس برس ہوئے کہ وہ ہندوستان گیا تھا پھر نہیں لوٹا چند مہینے ہوئے کہ اس کی وفات کی خبر آئی۔ بیوی ایام عدت پوری کر چکی ہے اب اس کے نکاح ثانی کی تیاری ہے۔ یہ سن کر وہ اپنے پیر دھگیر کے کشف و کرامات کا قائل ہوا۔ اپنے صورت آستانوں سے ملا۔ جنہوں نے اسے پہچان کر حاضرین مجلس نکاح کو اس کے زندہ موجود ہونے کی خبر دی اور سب کو منتشر ہونا پڑا۔ ملا سگی چند دن اپنے اہل و عیال میں رہا ان کے ثناء و ثقہ کا بندوبست کر کے پھر خدمت پیر میں لاہور حاضر ہو گیا۔ آپ نے اسے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا۔ ملا ! اگر وہاں دیر سے پہنچتا تو بڑی قباحت پیدا ہوتی۔ ملا نے آپ کے پائے مبارک پر سر رکھ کر شکرانہ ادا کیا۔

۶۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ کو تسلی فرمانا : جب جہانگیر بادشاہ آخری دفعہ کشمیر گیا تو چند مخالفوں نے اسے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مرزا حسام الدین کے خلاف جو خواجہ باقی باللہ کے جلیل القدر مریدوں میں سے تھے کے خلاف جھوٹی باتیں بنا کر گوش گزار کیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شیخ عبدالحق اور مرزا حسام الدین دہلی سے کشمیر آئیں اور شیخ عبدالحق لاہور پہنچے اور پریشان حال حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مصیبت کا حال بیان کیا۔ آپ نے تسلی دی کہ آپ کشمیر جائیں گے نہ حسام الدین اور نور الحق بھی کابل نہیں جائے گا۔ سب خوش و خرم دہلی میں رہیں گے۔ چار روز بعد جہانگیر کے کشمیر میں فوت



ہونے اور اس کی نعش لاہور لا کر دفن ہونے کی اطلاع ہو گئی اور سب کے حکم جلا وطنی منسوخ ہو گئے اور خوشی خوشی دہلی واپس چلے گئے۔ یہ ۱۰۳۷ھ بمطابق ۱۶۲۷ء کا واقع ہے جس کے آٹھ برس بعد حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ واصلِ جنت ہوئے۔

۷۔ درخت سرو کی تسبیح : ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہر شے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے۔ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ ایک دن باغ میں تشریف لے گئے اور سرو کے درخت سے پوچھا کہ تمہاری تسبیح کیا ہے اس نے عرض کیا کہ اسم "یا باغ"۔

۸۔ آپ کے رومال کی برکت : حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ وضو کر کے جس رومال سے منہ پونچھا کرتے تھے وہ آپ نے اپنے ایک خادم کو عطا کر دیا اور فرمایا کہ اپنے اہل و عیال میں سے جس بیمار کے سر پر اسے باندھو گے اللہ شافی اسے شفا بخش دے گا۔ چنانچہ اس نے ہر بیماری اور آسیب پر اسے آزمایا اور شافی پایا۔

۹۔ کھاری چاہ کا بیٹھا ہونا : امراء لاہور میں سے ایک نے ایک حویلی میں کنواں کھدا دیا۔ مگر اس کا پانی کھاری برآمد ہوا۔ وہ اس سے ایک کوزه بھر کر حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے آیا۔ اور حال عرض کیا آپ نے سورہ الحمد پڑھ کر اس پر دم کی اور اس سے تھوڑا سا پانی کر فرمایا کہ اسے لے جا کر کنویں میں ڈال دو۔ چنانچہ اس عمل سے اس کی کڑواہٹ شیرینی سے بدل گئی۔

۱۰۔ کانگڑہ کی فتح : جہانگیر نے تزک میں لکھا ہے کہ قلعہ کانگڑہ کسی بادشاہ سے فتح نہیں ہوا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیق سے اس کی فتح میرے عہد میں یکم محرم ۱۰۳۱ھ کو ہوئی۔ "تہذیب الامنیاء" میں لکھا ہے کہ قلعہ کانگڑہ کا کئی سال محاصرہ رہا۔ مگر فتح نہ ہوا۔ آخر فوج کے ایک افسر نے جو حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا مرید

تھا آپ کی خدمت میں تحریراً عرض کیا کہ اس کی فتح کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے اسی عرض کی پشت پر رقم فرما دیا کہ ان شاء اللہ قلعہ کی تسخیر تیرے ہاتھ پر ہوگی۔ چنانچہ چار دن بعد قلعہ مسخر ہو گیا۔

۱۱۔ گونگے لڑکے کی گویائی : ایک شخص نے اپنا کوٹکا بیٹا حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ دعا کریں کہ یہ بولنے لگے۔ آپ نے لڑکے کی طرف توجہ کر کے فرمایا پڑھ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ چنانچہ اس نے بسم اللہ پڑھ دی اور گویا ہو گیا اور تھوڑی مدت میں اس نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔

۱۲۔ لڑکے کی ولادت کی بشارت : ایک شخص محمد فاضل نام حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا اس کا ایک بیٹا فوت ہو گیا۔ بحالت غم آپ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا۔ غم نہ کھا تیری بیوی حاملہ ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اسے بیٹا عطا کرے گا۔ چنانچہ جیسا آپ نے فرمایا تھا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے نعم البدل عطا فرما دیا۔ اس کا نام محمد افضل رکھا گیا۔

### حضرت میاں میر کا ایرانی مجتہد سے مناظرہ

سلطنت مغلیہ ہندوستان میں اکبر بادشاہ کے عہد میں مستحکم ہوئی۔ اکبر کی پالیسی صلح کل تھی۔ چنانچہ جہانگیر تزک میں رقم طراز ہے :

"پدر من در اکثر اوقات بادائیان ہر دین و مذہب صحبت می داشتند خصوصاً ہائذ تان و دانائیان ہند و با آنکہ امی بودند و از کثرت مجالست بادائیان و ارباب فضل در گفتگو ہائیان ظاہری شد کہ چچ کس پے بہ امی بودند ایشان نمی برد و بد قائلی نظم و نثر چنان می رسیدند کہ مافوقہ برآں متصور نبود"

یعنی میرا باپ (اکبر بادشاہ) ہر مذہب و ملت کے دانائوں سے مجالست رکھتا تھا اور یہ عالموں کی صحبت کا اثر تھا کہ باوجود ان پڑھ ہونے کے نظم و نثر کے نکات کو اس



طرح پہنچتا تھا کہ اس سے زیادہ خیال میں نہیں آسکتا تھا۔

پھر جاکیر لکھتا ہے کہ ”ارباب مل مختلفہ را در وسعت آباد دولت ہے بدعش  
جا بخلاف سایر ولایت عالم کہ شیعه را بغیر از ایران و سنی را در روم و ہندوستان و  
توران جانیست در ممالک محروسہ اش کہ ہر حد سے بہ کنار دریائے شور خشی گشتہ  
ارباب ملتہائے مختلف و عقیدت ہائے صحیح و ناقص را جا بودہ راہ تعرض بستہ گشتہ سنی  
با شیعه در یک مسجد و فرنگی با یودی در یک کلیسا عبادت می سپردند۔ صلح کل شیوہ مقرر  
ایشان بود بایگان و خوبان ہر طائفہ و ہر دین و آئین محبت می داشتند و بقدر حالت و  
فصدگی۔ ہر کدام التفات می فرمودند۔ الخ

حاصل کلام اس عبارت کا یہ ہے کہ اکبر بادشاہ کا طریق صلح کل تھا۔ با مسلمان  
اللہ اللہ بابر ہمن رام رام۔ ایران کے سوا شیعوں کے لئے جگہ نہیں اور سنیوں کی  
روم و توران و ہندوستان ہی میں گنجائش ہے۔ مگر اکبری سلطنت میں جس کی ہر حد  
سمندر سے ملتی ہے ہر کسی کو مذہبی آزادی ہے۔ سنی شیعہ ایک مسجد میں اور عیسائی  
موسائی ایک گرجا میں جمع ہوتے ہیں۔ الخ

آزادی کی یہ حالت دیکھ کر شیعہ افراد نے جو سرکار و دربار میں پناہ لے کر نور  
جہاں کے باپ اور بھائیوں کی طرح اعلیٰ عہدوں پر سرفراز ہو چکے تھے۔ مغلیہ دولت کو  
بھی ایران کی طرح اپنے مذہب میں رنگنا چاہا۔ مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کو منظور نہ ہوا۔  
پہلی کوشش جو نور جہاں کی تھی ہار آور نہ ہوئی اور جاکیر کے سامنے قاضی نور اللہ  
شوستری حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں سب و ہتم کرنے کی پاداش  
میں مقتول ہوئے۔ نور جہاں بہت سٹ پٹائی اور اپنے عاشق شہنشاہ سے یہ سن کر کہ  
تجے میں نے دل دیا ہے نہ کہ دین و ایمان ”خاموش ہو گئی اور ہندوستان کو ایران  
بنانے کا منصوبہ خاک میں مل گیا۔

دوسری دفعہ شاہ جہاں کے عہد میں آصف جاہ وزیر نے شیعہ مذہب کی تبلیغ کے

لئے ایران کے بادشاہ کو لکھ کر ایک جید مجتہد کو شاہی خرچ پر مدعو کیا جسے لاہور کی راہ  
شاہ جہاں کے پاس حاضر ہونا تھا۔ لاہور کے حاکم اسے حسب الحکم بادشاہ حضرت میاں  
میر رحمۃ اللہ علیہ سے ملایا۔ آپ اس سے بڑے تپاک سے ملے اور مجتہد مذکور سے  
سلسلہ کلام یوں شروع کیا

حضرت میاں میر : مجتہد صاحب ! آپ نے کربلائے معلیٰ کی بھی زیارت  
کی ہوگی۔

مجتہد صاحب : خدا کا شکر ہے کہ اس مقدس جگہ کی زیارت سے کئی بار  
مشفع ہوا ہوں۔

حضرت میاں میر : کربلا کے کچھ فضائل بیان فرمائیں

مجتہد صاحب : اس خاک پاک کی ادنیٰ فضیلت یہ ہے کہ اس کے قرب و  
جوار میں سات سات کوس تک دفن ہونے والے روز محشر بلا حساب جنت میں داخل  
ہوں گے۔

حضرت میاں میر : کیا یہ فضیلت انبیاء کے دفن کو بھی حاصل ہے۔

مجتہد صاحب : یقیناً نبی کے ارد گرد دس دس کوس تک دفن ہونے والوں کا  
یہی اجر ہے۔

حضرت میں میر : جب نبی کے گرد اتنے فاصلے تک مدفونوں کی بخشش کا یہ  
مقام ہے تو کیا دو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بخشش میں کچھ شک ہے جو  
بالکل رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو پہ پہلو آسودہ  
ہیں ؟

راوی : حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی مراد حضرات شیعین رضی اللہ تعالیٰ



عنما سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھی جو جان دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آرام فرما ہوئے چونکہ مجتہد دونوں کو معاذ اللہ غیر ناجی سمجھتا تھا اس لئے مجتہد صاحب کے لئے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن رہی اس لئے انہوں نے خاموشی اختیار کرنا ہی بہتر جانا اور ادھر ادھر کی باتیں کر کے رخصت طلب کی کہ جب دارالسلطنت شاہ جہانی سے دور ایک صوبے کے عالم نے ناطقہ بند کر دیا ہے تو خدا جانے مرکز میں کیسے کیسے فاضلوں سے ساہتہ پڑے گا۔ اس لئے ہمیں سے لوٹ جانا چاہئے۔ چنانچہ حاکم لاہور سے کوئی بہانہ بنا کر مراجعت فرمائے ایران ہو گیا۔ جان بچائی لاکھوں پائے۔ مجتہد صاحب گھر کو آئے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”ردروافض“ کا دیباچہ نامی۔ یہ کتاب دارالاشاعت علوم اسلامیہ حسین آگاہی لکھنؤ نے شائع کی ہے۔

## حضرت میاں میر کی سفارش سے گورو صاحب کی رہائی

جہانگیر لکھتا ہے کہ میرا بیٹا خسرو باغی ہو گیا اور اس نے مفیدوں کے فریب میں اگر لوٹ مار شروع کر دی۔ ایک شخص ارجن نام گوبند وال میں رہتا تھا اس نے پیری اور شیخی کے لباس میں بہت سے سادہ لوح ہندوؤں اور بیوقوف مسلمانوں کو اپنے اوضاع و اطوار کا متعبد بنایا ہوا تھا۔ اور لوگ اسے گورو کہتے تھے۔ جب خسرو اس کے پاس سے گزرا تو اس نے اور باتوں کے علاوہ اس کی پیشانی پر زمفران سے تشقہ لگا کر ٹھکون دیا۔ میں نے یہ معلوم کر کے اس کی حاضری کا حکم دیا اور اس اعانت بغاوت کے جرم میں اس کا مال و اسباب قرق کر لیا۔

جہانگیر لکھتا ہے کہ امور سلطنت میں غیبتی اور فرزند کی کوئی لحاظ نہیں کہ ”پاشاہ غیبتی ندارد کہے“ جن مسلمانوں نے خسرو کی مدد کی تھی ان کو عبرت ناک سزائیں

دیں اور خسرو کو مدت العر قید رکھا۔ اور وہ قیدی میں مرا۔

حالات حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف گورو ارجن دیو کی تاریخی عبادت گاہ کا سنگ بنیاد نصب فرمایا بلکہ گورو جی کی آڑے وقت میں ہمیشہ مدد فرمائی۔ جب دیوان چندول گورنر لاہور نے گورو جی کو عداوت کی وجہ سے سات ماہ کے لئے قید کر دیا تو حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ ہی کی توجہ سے انہیں مخفی نصیب ہوئی۔

## مہاراجہ رنجیت سنگھ کی توبہ

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے زمان شاہ درانی بادشاہ کابل کی عطا سے جب لاہور پر تسلط جمایا تو دربار صاحب امرتسر کی ذیبت و تزئین کے لئے اس نے اسلامی عمارات سے سنگ رخام اور دیگر نوادرات اکھاڑ کر امرتسر بھیجنا شروع کر دیں۔ اسی سلسلے میں وہ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ میں آیا اور پتھر اکھاڑنے کا حکم دیا مگر اس کی دل پسند لیلا نام خوش عثمان گھوڑی بے قابو ہو گئی اور ایسی سیخ پا ہوئی کہ شاہسوار کو زمین سے فرش پر دے مارا۔ رنجیت سنگھ کو سخت چونوں نے بے ہوش کر دیا۔ جب ہوش آیا تو اسے معلوم ہوا کہ یہ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کی بے ادبی کرنے کے خیال کی سزا ہے۔ چنانچہ مزار پر حاضر ہو کر ماتھا رگزا اور بدینتی سے توبہ کی اور پانچ سو روپیہ نذر گزارا۔ اور ہمیشہ کے لئے آپ کا عقیدت مند بن گیا (احاطہ درگاہ میں جو چرخ چوب (رہٹ) والا کنواں ہے وہ بھی اس کا لگوا ہوا ہے)۔ قادری سلسلے کے دوسرے لاہوری پیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ واقع بیرون دہلی دروازہ کی نسبت جب رنجیت سنگھ کے پوتے نونال سنگھ ولد راجہ کھڑک سنگھ نے بدینتی کا ارادہ کیا تو رات اس کا والد مر گیا۔ اور جب وہ اس کی خوش جلا کر واپس آ رہا تھا تو روشنائی دروازہ سے ایک پتھر کے گرنے سے ۱۸۳۰ء میں وہ بھی ہلاک ہو گیا اور روضہ موصوفہ سلامت رہا۔



## حضرت میاں میر کے احاطہ درگاہ میں اور گرد و پیش مزارات

- ۱- مزار حاجی محمد صالح مرید واقع جانب غرب روضہ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ جو ان سے ایک ماہ بعد فوت ہوئے۔
- ۲- مزار محمد شریف مرحوم فرزند ہشیرہ و سجادہ نشین متوفی ۱۰۵۳ھ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ جمال خاتون جن کا مزار غرب رویہ روضہ مقبرہ خواجہ ہماری ہے۔
- ۳- روضہ کے سامنے حضرت کے سجادہ نشینوں کے متعدد مزار ہیں۔ ان ہی میں ملا حامد گوجر متوفی ۱۰۴۳ھ کا مزار ہے۔
- ۴- گورستان اقبائے محمد شریف مرحوم متصل مقبرہ خواجہ ہماری
- ۵- مزار بی بی جمال باوی ہشیرہ ثانی حضرت بیروں باغ ملا شاہ جانب غرب حضرت ملا شاہ کا مزار اب موضع میاں میر کے اندر آگیا ہے۔
- ۶- مزار سید علی شاہ سابق سجادہ نشین متوفی ۹۵۶ھ متصل چاہ سقاییہ جانب مشرق روضہ
- ۷- ۱- مزارات حضرت عیسیٰ شاہ ولد سید سید شاہ ۲- سید عنایت شاہ سجادہ نشین مرحوم ۱۳۵۳ھ ۳- سید اکبر شاہ بن عیسیٰ شاہ ہرے مزارات ایک علیحدہ قبہ میں جانب مشرق روضہ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔
- میں جینے کا لطف اٹھاؤں گا کیا  
جو وہ رونق بزم تم ہی نہ رہے
- ۸- مزار زوجہ سید عبد اللہ شاہ ڈسٹرکٹ جج جس پر یہ شعر کندہ ہے۔  
یہ تمہارے ہی دم سے تھی بزم طرب

مجھے چھوڑ گئے کیا کیا یہ غضب

- ۹- سر سکندر حیات کی زوجہ کی قبر بھی اس طرف (جانب مشرق) ہے
- ۱۰- مزار مسقف حور بانو بنت خواجہ حسن نظامی متوفی ۸۶۷ھ - ۱۹۴۹ء یہیں احاطہ درگاہ کی آخری مشرقی جانب ہے پھت پر بھڑوں کا چھتہ اور ایک پرندے کا گھونسلہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس مصائب انقلاب سے مرنے والی کے مزار کا کوئی خبر گیر نہیں۔

۱۱- نادرہ بیگم : مقبرہ یا بارہ دری نادرہ بیگم جسے میں نے ہسٹری آف لاہور وغیرہ سے دیکھ کر لعلی سے تاریخ جلیلہ میں دارالہکومہ کی بیٹی لکھ دیا تھا اور جو فی الحقیقت شہزادہ پرویز بن جمالیہ کی بیٹی از بطن جہاں بیگم بنت سلطان مراد بن اکبر بادشاہ ہے۔ نادرہ بیگم کے حکم سے دارالہکومہ کے ہاں جہاں زینب بانو بیٹی ہوئی جسے بعد قتل دارالہکومہ اس کی پھوپھی جہاں آرا بیگم نے پرورش کیا نادرہ بیگم کی شادی بڑی دھوم دھام سے شاہ جہاں نے ۱۰۴۲ھ میں کی تھی۔ ملاحظہ ہو شاہ جہاں نامہ جدید الطبع کا صفحہ ۳۹ یہ بارہ دری بالکل شکستہ حالت میں احاطہ درگاہ سے باہر پرے مشرق کی طرف کھیتوں میں ہے۔ اور اس کے اندر پتھری کے لئے بڑی مشکل آتی ہے کیا محکمہ آثار قدیمہ اس طرف توجہ نہ کرے گا۔

۱۲- حکیم فقیر محمد مرحوم : درگاہ کے احاطہ کی جنوبی دیوار کے ساتھ باہر کی جانب مزارات ہیں ان میں ایک مزار فخر الاعلیٰ حکیم فقیر محمد صاحب چشتی نظامی امرتسری علیہ الرحمۃ کا ہے۔ اس کی غور و پرداخت مرحوم کے خلف الصدق حکیم محمد موسیٰ امرتسری بادائے حق فرزند ہی خوب کرتے ہیں۔ مرحوم کی تاریخ رحلت یہ ہے۔

رفت از جہاں فقیر محمد کہ بے گماں  
در ہر دو علم ماہر و دہاج آمد  
گر گیند پوش ماند مثال عمر معمر



دردستش ارچہ سندس و دیباچ آمد  
 شیخ العالیات کہ بد عارف الد  
 ہر گام او بجاوہ منہاج آمد  
 تاریخ رحلتش بدل نای حزین  
 فوت نجیب در شب معراج آمد  
 ۱۳۷۱ھ

ولہ

”اہل عرفان فقیر محمد قرن محمد“

۱۳۷۱ھ

جناب حکیم فقیر محمد صاحب مرحوم الحاج قلعہ میاں علی محمد صاحب خلیفہ و سجادہ  
 نشین حضرت میاں محمد شاہ بی شریف ضلع ہوشیار پور کے مرید خاص تھے۔

نوٹ : ہسٹری آف لاہور میں جج محمد لطیف رقم طراز ہیں کہ دارالہکومہ اپنے پیر  
 حضرت ملا شاہ بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۲۳ھ - ۱۲۸۳ھ میں لاہور آکر حضرت میاں میر  
 رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے اور تا عمر مجبورہ کر ۱۲۷۲ھ - ۱۲۸۱ھ میں فوت ہوئے ان  
 کے مزار پر بڑے قیمتی پتھر لگوائے ہوئے تھے۔ وہ سب رنجیت سنگھ نے اتروائے۔ اسی  
 طرح آپ کے دوسرے مرید خواجہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ جن کا روضہ حضرت میاں میر  
 رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ درگاہ کے باہر مغربی جانب بلند خشتی چبوترے پر واقع ہے  
 اور جو ۱۲۳۱ھ - ۱۲۸۳ھ میں فوت ہوئے تھے ان کے روضہ کے قیمتی پتھر بھی رنجیت سنگھ  
 کے فرائیسی افسر جرنیل ایوی لیبلے نے اتار کر اپنی کوٹھی سجائی تھی اس کے مغرب  
 میں ایک پرانی مسجد ہے جسے گرد و پیش بسنے والے مسلمانوں نے اس کے تالاب سمیت  
 مرمت کرا لیا ہے۔ بادشاہ نامہ میں مسطور ہے کہ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے  
 (محمد لطیف)

## درگاہ میاں میر کا چشم دید حال

میں نے اسی ذوالحجہ کے مہینے ۱۳۵۵ھ میں (تیس برس پہلے) جو چشم دید حالات  
 درج تاریخ جلیلہ کئے تھے وہ اب علی حالہ ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ موجودہ نوجوان  
 گدی نشین نے مسجد کے لئے ساتباں وغیرہ مہیا کئے ہیں اور مرمت طلب حجروں کو  
 ٹھیک کیا ہے۔ وہ چشم دید حالات ملاحظہ ہوں۔

خانقاہ کی چار دیواری محیط ہے۔ احاطہ بڑا وسیع ہے داخلہ کے لئے جنوب کی  
 طرف دو دروازے ہیں اور شمال کی طرف ایک جنوبی طرف پاس ہی دکائیں ہیں جن  
 میں پٹاشے لالچکی دانے اور شربت وغیرہ فروخت ہوتے ہیں۔ ہم اسی طرف سے داخل  
 ہوئے روضہ کو عین وسط میں پایا چھ سنگ مرمری سیڑھیاں اوپر پہنچاتی ہیں۔ اس کا  
 چبوترہ میرے قدموں کی پیمائش کے مطابق ہر طرف تقریباً ساڑھے دس قدم ہے یعنی  
 تقریباً ۳۴ مرلے اس سے نصف رقبہ پر روضہ ہے جس کی دیواریں سوا پانچ پانچ قدم  
 طویل ہیں۔ چبوترے کی شمالی اور جنوبی کونے سے سترہ سترہ قدم پر احاطے کی دیواریں  
 ہیں۔ پنج گنبدی مسجد جنوب کی طرف دس قدم پر ہے جو شمالاً جنوباً ۱۲ اور شرقاً غرباً دس  
 قدم ہے دیواروں سمیت روضہ جتنا ہی ہو گا یعنی ۳۴ مرلے وضو کے لئے سبیل شمال کی  
 طرف ہے۔ پاس ہی بیٹھے پانی کا کنواں ہے۔ پنڈ پپ بھی لگا ہے احاطہ کی غریب اور  
 جنوبی دیوار کے ساتھ حجرے ہیں اور مشرقی جانب سجادہ نشینوں اور عقیدت مندوں کی  
 پختہ اور خام قبریں اکثر پر کتبے لگے ہیں۔ سجادہ نشین صاحب کے جھوکے دار نشست  
 گاہ اور زائرین و زائرات کے لئے الگ الگ حجرے لکھ کر نمایاں کئے گئے ہیں ان  
 (صفحہ ۵۲ تاریخ جلیلہ)



## تاریخ رحلت حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ

روضہ کے داخلی دروازہ پر آپ کے مرید ملاح اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی موزوں تاریخ یہ لکھی ہے۔

میاں میر سر دفتر عارفان  
کہ خاک درش خاک اکسیر شد  
سفر جانب شہر جاوید کرو  
ازیں محنت آباد دلگداز شد  
خود بہر سال وفاتش نوشت  
بفرودس والا میاں میر شد

۱۰۴۵ھ

## عرس حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر جو ۷ ربیع الاول سے شروع ہوتا ہے زائرین کی اس قدر بھیڑ ہوتی ہے کہ قتل دھرنے کو جگہ نہیں رہتی۔ عوام الناس کے علاوہ دور و نزدیک سے اہل دل اصحاب بھی بڑی عقیدت سے شامل ہوتے ہیں۔ آخری چار شنبہ مزار کے غسل کا دن بڑا پر رونق ہوتا ہے بعد نماز فجر ختم قرآن شریف ہوتا ہے پھر نعت خوانی ہوتی ہے۔

جج محمد لطیف مرحوم نے تاریخ لاہور میں لکھا ہے کہ علاوہ عرس میلہ کے روضہ پر اور میلے بھی دو برساتی مہینوں کی ہر بدھ کو ہوتے ہیں۔ جو بدھ (چہار شنبہ) کے میلے کہلاتے ہیں (صفحہ ۱۷۶)

## حالات داراشکوہ

داراشکوہ جس نے حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مریدوں کے حالات شرح و بسط سے لکھے ہیں مناسب ہے کہ اس کے حالات مختصراً درج کتاب کئے جائیں۔

اس کا دادا جہانگیر اپنی ترک میں ۱۰ جلوس مطابق ۱۶۲۳ء کے واقعات میں لکھتا ہے کہ دوپہر رات گزری منگل کی رات ۲۹ صفر بہ طالع قوس پایا غرم (شاہ جہاں) کے ہاں آصف خان کی بیٹی سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام میں نے داراشکوہ رکھا۔ امید ہے کہ اس کا قدم اس دولت ابد پیوند اور اس کے اقبال مند باپ کے لئے مبارک اور میمون ہو گا۔

مرزا محمد ساقی اپنی تصنیف ساقی نامہ میں رقم طراز ہے کہ جب شاہ جہاں ۱۶۲۷ء میں لاہور آیا تو داراشکوہ اسے دہلی سے آگرہ لے جا کر سلطنت کے انتظام و اہتمام میں لگ گیا اور صوبہ جات کی خبریں اور بھائیوں کی عرضداشتیں روک دیں ان کے وکلاء کو قید کر دیا یہ حالت دیکھ کر محمد شجاع اس گمان سے کہ باپ رحلت کر چکا ہے بنگالہ میں تخت نشین ہو گیا۔ مراد بخش نے گجرات میں جلوس کیا اور نگ زیب نے اورنگ آباد سے بہانپور پہنچ کر بادشاہ کی عیادت کی عرضی بھیجی۔ داراشکوہ نے جواب ارسال کرنے نہ دیا اور فوج شاہی بھائیوں کے مقابلہ کے لئے روانہ کی۔ پہلے پرتاب گڑھ میں اوچھین سے سات کوس اورنگ زیب سے جنگ عظیم واقع ہوئی بادشاہی لشکر نے ہزیمت اٹھائی اس کے بعد داراشکوہ خود بڑی فوج لے کر اکبر آباد سے نکلا مگر مقابلہ میں شکست پا کر دہلی کی طرف بھاگ گیا۔ اورنگ زیب نے باغ اعزا میں جلوس فرمایا اور باپ کو نظربند کر کے اور مراد بخش کو قید خانہ میں بھیج کر داراشکوہ کا تعاقب کیا داراشکوہ لاہور پہنچا اور یہاں سے ملتان، ٹھٹھہ، بکھر اور نواح قندھار پہنچ کر سرگردان پھرا۔ اسی اثنا میں اورنگ زیب نے محمد شجاع کی شورش کی خبر سنی تو فوج کو داراشکوہ



کے تعاقب میں متعین کر کے خود بنگالہ کی طرف توجہ کی اور آگرہ سے بارہ منزل  
سرائے کچھوہ کے پاس معرکے کا دن پڑا۔ محمد شجاع شکست پاکر منہزم ہوا۔ اور کچھ  
عرصہ سرگردان رہ کر اسی طرف مر گیا۔

دارالہکومہ اس طرف سے ہجرات آیا ایک جمعیت فراہم کی اور اجیر میں عالمگیر  
سے لڑ کر شکست کھائی۔ پھر ہجرات کی طرف بھاگ گیا وہاں سے گرفتار ہو کر دہلی میں  
یکم ذالحجہ ۱۰۳۹ھ کو قتل ہوا۔

تاریخ تالیف کتاب حیات میاں میر رحمتہ اللہ علیہ  
(از پیر غلام دستگیر ثانی مؤلف کتاب ہذا)

حیات میاں میر تالیف شد  
چو از کلک نامی بھصہ آبرو  
مرا گفت ہاتف کہ تاریخ میں  
”حیات میاں میر خوب“ است گو

۱۳۷۸ھ